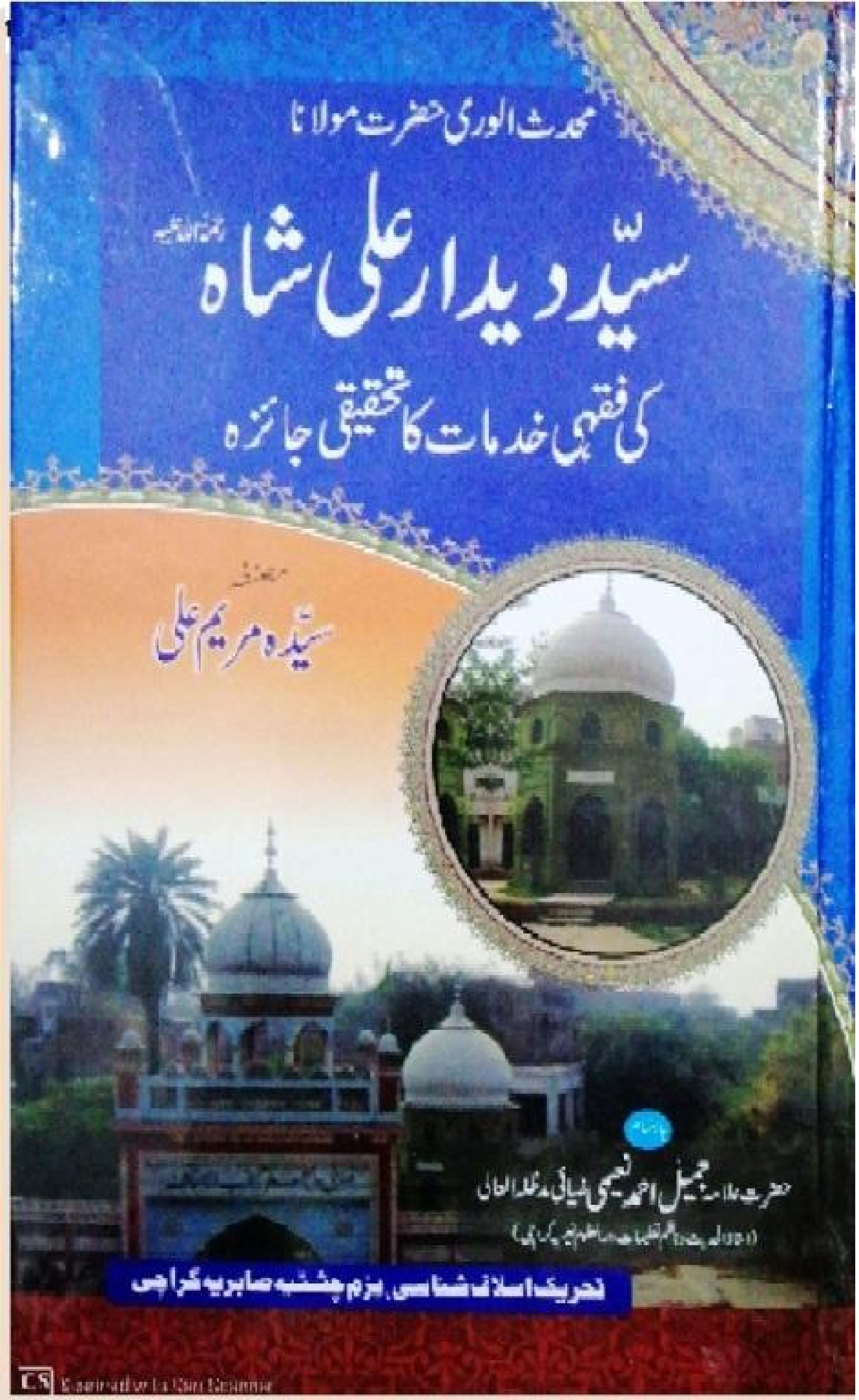
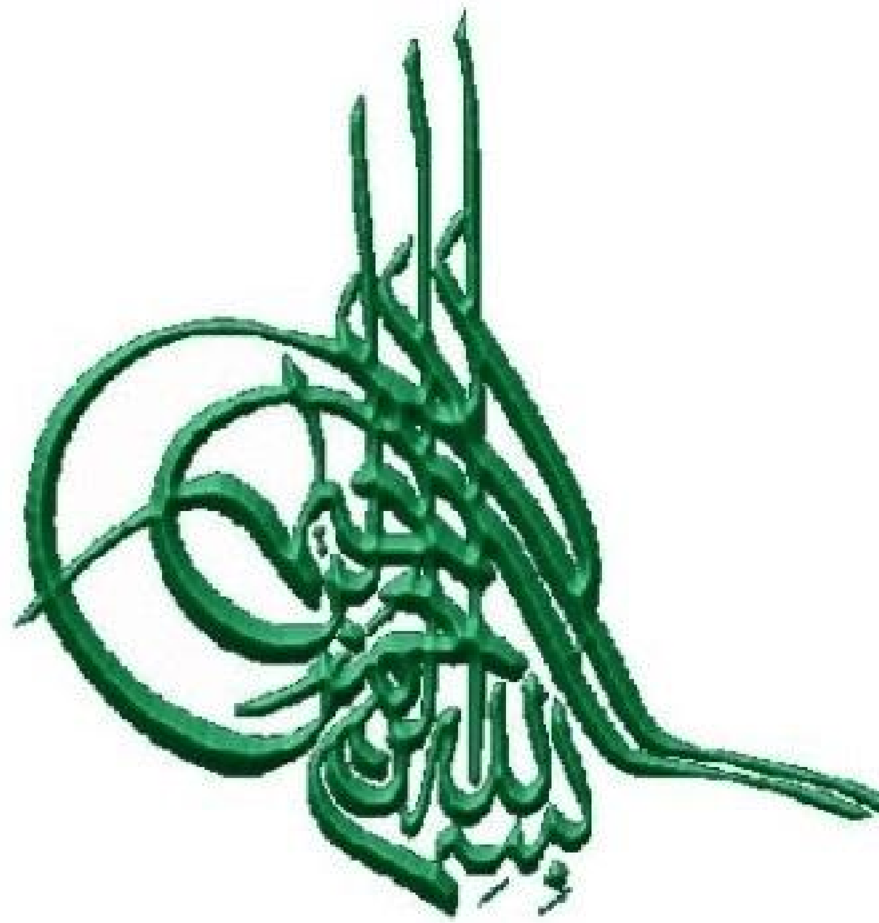
ذخیرہ کتب

محمد احمد ترازی





سیّد دیدار علی شاہؒ کی فقہی خدمات

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه وبارک وسلم

محدث الوری حضرت مولانا

سیّد دیدار علی شاہؒ

کی

فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ

سیّدہ مریم علی

بہ اہتمام

حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث وناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

۔۔ ضابطہ ۔۔

نام کتاب:۔سیّد دیدار علی شاہؒ کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ

مقالہ نگار:۔سیّدہ مریم علی

نظر ثانی:۔محمد احمد ترازی

باہتمام:۔حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی صابری

قانونی مشیر:۔محمد ہاشم صدیقی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ(0300-2164799)

طبع اوّل:جمادی الاوّل 1441ھ جنوری 2020ء

قیمت:300روپے

ناشر:تحریک اسلاف شناسی،بزم چشتیہ صابریہ

جامعہ نعیمیہ فیڈرل بی ایریا بلاک 15،کراچی

رابطہ نمبر:021-36324236۔0300-3532440

دست یابی کا پتا:

مکتبہ نعیمیہ:جامع مسجد رحمانیہ بلاک 15فیڈرل بی ایریا کراچی(0300-2080345)

مکتبہ قادریہ:بالمقابل پرانی سبزی منڈی،مین یونیورسٹی روڈ،کراچی(0313-2178404)

حمد و نعت ریسرچ سینٹر:2/19،توحید سینٹر،اردو بازار کراچی(0310-2324340)

انتساب

محترم والد گرامی سیّد محمد علی سبحانی

اور

والدہ محترمہ سیّدہ عصمت النساء

کے نام

جن کی محبت، صحبت، تعلیم و تربیت

اور

دعاؤں

کی بدولت

آج اِس قابل ہوئی

اللہ کریم ﷻ میرے شفیق والدین کا سایہ سلامت رکھے، آمین

نوٹ:۔اِس کتاب کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ پر انتہائی محنت اور توجہ دی گئی ہے۔تاہم غلطی یا کوتاہی بشری تقاضوں میں شامل ہے۔اگر کسی مقام پر آپ کو تحریر میں کمی بیشی، کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی غلطی یا اعراب میں کوتاہی نظر آئے تو براہ کرم آگاہ فرمائیں۔ہم آپ کے شکر گزار رہوں گے۔جزاک اللہ خیرا

حسنِ ترتیب


بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا عکس
جو آپ نے
حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ
کو عطاء فرمائی۔

سخن جمیل

ہر علم وفن کی تدوین اور اُس کے ارتقاء بتدریج پایہ کمال کو پہنچتا ہے، فقہ اسلامی پر بھی تدوین کے کئی مراحل گذر چکے ہیں۔ علماء تاریخ فقہ کو پانچ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں، پہلا دور علم فقہ کی نشو ونما اور ابتداء کا دور ہے، جس کا سلسلہ ۱۱ھ تک جاری رہا۔ دوسرا دور اُس کی وسعت کا ہے، جس کی مدت عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ۴۱ھ تک رہی ہے۔ تیسرا اور چوتھا دور اُس کی پختگی وکمال اور تدوین کا ہے۔ تیسرا دور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک اور چوتھا دور چوتھی صدی ہجری کے تقریباً نصف تک رہا۔ پانچویں دور میں فقہ اسلامی کا دور تقلید شروع ہوجاتا ہے، جس میں عہد نبوی سے بعد کی بناء پر لوگوں میں اسلاف جیسی فقاہت اور فقہ اسلامی میں درک وکمال باقی نہیں رہتا ہے، چنانچہ عام طور پر لوگ ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتب کے پیرو ہوجاتے ہیں۔

تدوین فقہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا دور آپ ﷺ کی رسالت ونبوت سے شروع ہوتا ہے۔ اُس دور میں فقہ اسلامی کا سرچشمہ قرآن تھا، آپ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کی مکی ومدنی زندگی کے حالات وواقعات قرآن کریم کی تشریح کی حیثیت رکھتے تھے، الغرض دور نبوت میں فقہ اسلامی کا تمام تر مدار وحی پر تھا، چاہے وحی متلو قرآن کریم ہو یا غیر متلو احادیث مبارکہ۔ یعنی عہد نبوی میں احکام فقہیہ کا مدار کتاب وسنت پر تھا۔ یوں تو طلوع اسلام کے ساتھ ہی فقہ اسلامی کا آغاز ہوگیا تھا، لیکن چوں کہ یہ وہ زمانہ تھا جس میں لوگ انتہائی سادہ، اور اُن کی ضروریات محدود تھیں، جس کی وجہ سے فقہائے صحابہ کی توجہات اِس کی تدوین کی طرف مبذول نہ ہوسکیں، پھر حالات کے تقاضوں کے پیش نظر فقہائے مدینہ نے تدوین فتاویٰ کی داغ بیل ڈالی اور فقہائے کوفہ نے فتاویٰ وقضایا کے جمع وترتیب پر زور دیا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے دور میں موجودہ زمانہ کی طرح فقہ اسلامی مدون نہیں ہوا تھا، جس

طرح بعد میں فقہاء کرام نے ہر مسئلہ کی تحقیق و تفتیش کر کے اِس کے ارکان و شرائط اور آداب و سنن کی وضاحت کر دی۔ یہ تحدید زمانہ نبوت میں نہیں ملتی ہے۔ اور آپ ﷺ سے جو عمل جس طور پر صادر ہوتا، صحابہ کرام بعینہٖ بغیر کمی وبیشی کے اپنا لیتے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ کو جس طرح وضو کرتے اور نماز پڑھتے دیکھا صحابہ نے اُسے اپنا لیا، انھوں نے اِس بات کی تحقیق و جستجو نہیں کی کہ وضو میں کتنے ارکان ہیں؟ یا نماز میں کون سے فرض، کون سے واجب اور کون سی سنت ہے؟

فقہ کی تدوین کا دوسرا دور آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد کا ہے۔ جس میں فتوحات اسلامی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ بالخصوص حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں تو ہر روز کوئی نہ کوئی علاقہ مملکتِ اسلامیہ میں داخل ہوتا۔ صحابہ کرامؓ "بلغوا عنی ولو آیہ" کے تحت اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے چاردانگِ عالم میں پھیل گئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کا دوسری اقوام سے اختلاط بڑھتا گیا، بعض عجمی اقوام دامن اسلام میں آئیں اور نئے نئے مسائل وواقعات در پیش آنے لگے، صحابہ کرام ؓ کو ان حوادث اور واقعات کا حکم شرعی معلوم کرنے اور جاننے کی فکر لاحق ہوئی۔

چنانچہ خلفائے راشدین اور کبار صحابہ جو فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے تھے قرآن و حدیث کی طرف رجوع ہوئے اور قرآن و حدیث کے قواعد و جزئیات کو سامنے رکھ کر احکام شرعی بیان کرنا شروع کیا، جو حکم قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوتا تو آپس میں مشورہ کرتے اور اجتہاد و استنباط سے کام لیتے، چنانچہ اِس شورائی اور اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ بہت سے مسائل حل ہوئے۔ یہ صحابہ کرام ؓ دین کے خصوصی معلمین حاملین قرآن تھے، جو قرآن کے ناسخ و منسوخ، متشابہ و محکم اور اُس کے سارے دلائل سے پوری طرح واقف تھے۔ انھوں نے یا تو نبی اکرم ﷺ سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی تھی یا اُن جلیل القدر صحابہ ؓ سے اکتساب فیض کیا تھا جنھوں نے براہ راست نبی اکرم ﷺ سے فیض پایا تھا۔ اِن حضرات کو اُس زمانہ میں قراء کہا جاتا تھا، صحابہ کرام ؓ میں ایک سو تیس (۱۳۰) افراد فقہ و فتاویٰ کی رفیق تھے، جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، اُن میں سے سات (۷) صحابہ کرام ؓ اپنی فقہی خدمات اور کثرت فتاویٰ کی وجہ سے مکثرین کہلاتے ہیں۔

تدوینِ فقہ کا تیسرا دور پہلی صدی کے نصف سے دوسری صدی کے شروع تک ہے۔ یہ اصاغر صحابہ ؓ اور اکابر تابعین کا دور ہے۔ یہ دور حضرت معاویہ ؓ کی امارت سے شروع ہوتا ہے اور بنوامیہ کی حکومت کے خاتمہ کے قریبی زمانہ تک کا احاطہ کرتا ہے۔ اُس عہد میں بھی بنیادی طور

پر اجتہاد و استنباط کا وہی نہج رہا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا۔ اِس دور میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے مختلف شہروں میں مقیم ہونے اور وہاں کے حالات، رواجات، کاروباری طریقے اور لوگوں کے فکری و عملی رجحانات کی وجہ سے فقہی مسائل میں اختلافات کی کثرت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ ادوار کے مقابلے میں اِس دور میں فقہی اختلاف رائے کی کثرت ملتی ہے۔

فقہ اسلامی کی تدوین کا چوتھا دور اوائل دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی تک ہے۔ یہ عباسی دور کی ابتداء سے شروع ہو کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک محیط ہے۔ یہ نہایت ہی اہم دور ہے ہم اِسے نہ صرف فقہ اسلامی بلکہ تمام ہی اسلامی و عربی علوم و فنون کا سنہرا دور کہہ سکتے ہیں۔ اِس دور میں چار بڑے مکاتب فقہ وجود میں آئے اور ہر مکتب فکر کے لحاظ سے فقہی کتب کی تدوین و ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا۔ صحابہ ؓ چونکہ مختلف علاقوں میں پھیل گئے اِس لیے ہر علاقہ کے فقہی مسالک پر اُن کا اثر ہوا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ مکہ میں رہے تو امام شافعیؒ کی فقہ پر اُن کے گہرے اثرات پڑے۔ اور آپ نے زیادہ تر اُنھی کی روایات پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھی۔ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ قیام پذیر تھے۔ آپ کے علوم کے حامل حضرت ابراہیم نخعیؒ تھے تو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا غالب ترین حصہ اُنھی سے ماخوذ ہے، اسی طرح جن علاقوں میں صحابہ پہنچے وہاں اُن کا نہج فکر زیادہ مشہور ہوا۔

اسی عہد میں بڑے بلند پایہ، عالی ہمت اور اپنی ذہانت و فطانت کے اعتبار سے محیر العقول علماء و فقہاء پیدا ہوئے۔ اِن میں سے بعض بلند پایہ فقہاء نے مستقل دبستانِ فقہ کی بنیاد رکھی اور اُن کے علمی تاثر کی وجہ سے اہل علم کی ایک کثیر تعداد اُن کے ساتھ ہوگئی۔ جس نے اُن کے علوم کی اشاعت و تدوین اور تائید و تقویت کے ذریعہ مستقل فقہی مدارس کو وجود بخشا۔ گویا فقہ اسلامی زمانہ تدوین سے لے کر عصرِ حاضر تک مختلف مراحل سے گزری، اِس پر متنوع انقلابات آئے، فقہ اسلامی کے طرزِ تصنیف اور طریقۂ تدریس میں نوع بنوع تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ فقہائے کرام نے ہر دور کے مطابق فقہ اسلامی کے گرانقدر ذخیرے کی تہذیب و تنقیح کی، ہر دور کے علمی مزاج و مذاق کے مطابق کتب فقہ کے طرزِ تصنیف، اسلوب تحریر، ترتیب مباحث، تحریر مسائل اور تقریر ادلہ میں فقہ اسلامی کے دائرے میں رہتے ہوئے مفید تبدیلیاں کیں۔

یوں خلفائے عباسیہ سے لے کر گذشتہ صدی کے اوائل تک اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں

فقہ حنفی قانونی شکل میں رائج تھی۔ ہندوستان میں مسلم عہد کے دوران فقہ اسلامی کو وقعت و فضیلت حاصل رہی۔ برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد فتویٰ نویسی یا افتاء کا کام مدارسِ دینیہ کی جانب منتقل ہوگیا۔ جسے اُس وقت سے لے کر تا حال مدارسِ دینیہ بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلام کے تحفظ اور افتاء کے کام کو علمائے حق نے سنبھالا۔ جن میں سرفہرست علامہ فضل حق خیر آبادیؒ، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسیؒ، مولانا کفایت علی کافیؒ، مفتی عنایت احمد کاکورویؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ، مفتی نقی علی خانؒ، مفتی تقی علی خانؒ، مولانا عبدالعلی رامپوریؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، سیّد پیر مہر علی شاہؒ، مفتی غلام جان ہزارویؒ، مفتی عطا محمد رتویؒ، مفتی عبدالحفیظ حقانیؒ، مفتی احمد یار خان نعیمیؒ، مفتی محمد عمر نعیمیؒ، مفتی سیّد مسعود علی قادری، مفتی امین الدین بدایونیؒ، مفتی اعجاز ولی خانؒ، مفتی عبدالقیوم ہزارویؒ، مفتی سیّد ابوالبرکات سیّد احمد قادریؒ اور بالخصوص مفتی سیّد دیدار علی شاہؒ وغیرہ شامل ہیں۔

بعض فقہائے اُمت نے کتب فقہ کی طرف توجہ دی تو بعض نے کتب فتاویٰ کو مرتب کیا۔ بارہویں صدی ہجری سے قبل اور بعد کے اہم فتاویٰ میں فتاویٰ ابی بکر، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ طرطوسیہ، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ عزیزیہ، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ حمادیہ، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ نظامیہ، فتاویٰ مہریہ، فتاویٰ جامعیہ، فتاویٰ نعیمیہ، فتاویٰ فقیہ ملت، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ شریفیہ، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ اہلیہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ نوریہ، فتاویٰ مسعودی، فتاویٰ مہریہ، فتاویٰ بریلی، فتاویٰ حزب الاحناف، فتاویٰ دیداریہ وغیرہ شامل ہیں۔

زیر نظر مقالہ امام المحدثین حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتاویٰ دیداریہ کی فقہی خدمات کے حوالے سے ہے جسے سیّدہ مریم علی نے لاہور کالج برائے خواتین یونی ورسٹی، لاہور سے بی ایس آنرز (علوم اسلامیہ) کی ڈگری کے حصول کے لیے مکمل کیا ہے۔

شاہ صاحب کتب درسیہ، صرف و نحو، اصول فقہ، کلام، عقائد، ہندسہ، ہیئت، ریاضی، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیر اور تاریخ میں وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کی شخصیت ہمہ روئی خلائق، ذاتی خوبیوں اور علمی کارناموں کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ کی حامل ہے۔ مصائب و فتن کے اُس دور میں اللہ تعالیٰ نے طالبین حق کی راہنمائی، معاشرے کی اصلاح اور اسلام کی تبلیغ کے سیّد

دیدار علی شاہؒ جیسی بلند پایہ شخصیت کو منتخب کیا۔ آپ نے بداعمالیوں کے استیصال کے لیے جرأت مند اقدام اُٹھائے اور مسلمانوں کی پوری توجہ اور سرگرمی کو دین حق کی جانب مبذول کرایا۔ آپ اپنے زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کے درس و تدریس اور اُن کی تعلیم و تربیت میں معروف رہے۔ علاوہ ازیں وسیع پیمانے پر سوالوں کے جواب دینا آپ کی تمام علوم ظاہری و باطنی میں مہارت کی ایک پختہ دلیل ہے۔

مقالہ نگار محترمہ سیّدہ مریم علی کا ددیالی اور ننھیالی تعلق برصغیر کے دو عظیم علمی خانوادوں سے ہے۔ آپ کے والد سیّد محمد علی سبحانی بن سیّد یعقوب علی رضوی بن سیّد ایوب علی رضوی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) ہیں۔ سیّد ایوب علی رضوی کے ایک صاحبزادے سیّد یعقوب علی رضوی تھے جن کے چھ بیٹے سیّد یوسف علی یزدانی، سیّد واصف علی رحمانی، سیّد محمد علی سبحانی، ڈاکٹر سیّد شاہد علی نورانی (جنھوں نے ۲۰۰۴ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری پر "الشیخ احمد رضا شاعرا عربیا مع تدوین دیوانہ العربی" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کی)، سیّد وجاہت علی ربانی، سیّد مجاہد علی نعمانی اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ سیّدہ مریم علی کی والدہ سیّد مسعود احمد رضوی بن سیّد ابوالبرکات (خلیفہ اعلیٰ حضرت) بن سیّد دیدار علی شاہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت) کی بیٹی ہیں۔ جبکہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے بانی سیّد ریاست علی قادری آپ کے دادا سیّد یعقوب علی رضوی کے خالہ زاد بھائی ہیں۔

سیّدہ مریم علی اِس وقت یونی ورسٹی آف لاہور میں ایم فل اسلامک اسٹڈیز کی طالبہ ہیں اور مستقبل میں اپنے بزرگوں کی حیات و خدمات پر تحقیقی مقالے لکھ کر ایم فل اور پی ایچ ڈی مکمل کرنا چاہتی ہیں۔ جو کہ یقیناً ایک خوش آئند اور قابلِ تقلید امر ہے۔ محدث الوری کی فقہی خدمات کے حوالے سے اِس اہم تحقیقی مقالے کی تکمیل پر ہم انہیں مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ کریم ﷻ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں اُن کی اِس گرانقدر کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے اسلاف کی حیات و خدمات کے حوالے سے مزید تحقیقی کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیب الامین ﷺ

جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی غفرلہ

(استاذ الحدیث دار العلوم تعلیمات)

دار العلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی

تشکرِ خاص

تمام تعریفیں اللہ ربّ العزت ﷻ کے لیے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ جس نے قدم بہ قدم ہماری راہنمائی کی، میں اپنے خالقِ حقیقی کی شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے مسلمان گھرانے میں پیدا کیا اور مجھے اِس تحقیقی کام کی کٹھن منزلوں کو عبور کرنے کی توفیق بخشی اور میرے اِس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔ بے شمار درود و سلام حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جن کی بعثت ہمارے لیے راہِ ہدایت ہے۔

مقالہ کی تکمیل پر اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی محنت اور دعائیں مجھے اِس مقام تک پہنچانے کا باعث بنیں۔ میں شکر گزار ہوں اساتذہ کرام کی جنھوں نے عنوان مقالہ کا انتخاب کرنے میں میری مدد کی اور اپنی نگران مقالہ ڈاکٹر نصرت جبیں کی، جن کی علمی و فکری رہنمائی میرے مقالہ میں لحہ بہ لحہ شامل رہی اور یہ علمی موضوع پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

میں اپنے بھائیوں کی شکر گزار ہوں جنھوں نے اِس تحقیقی مقالہ میں میری بہت حوصلہ افزائی کی اور اپنی کزن سیدہ آمنہ علی کی بہت شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور ہم جماعت دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتی ہیں۔

میں شکریہ ادا کرتی ہوں اپنے ماموں سیّد دیدار علی رضوی کا، جنھوں نے مقالہ کی تکمیل میں میری راہنمائی کی۔ میں شکر گزار ہوں پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ہجویری لائبریری اور منصورہ لائبریری کی انتظامیہ کا جن کے تعاون سے میرا مقالہ مکمل ہوا۔ میں بے حد مشکور ہوں اپنے ماموں سیّد ندیم اشرف رضوی کی جن کی بھرپور حوصلہ افزائی نے مجھے اِس مقالہ کی تکمیل میں راہنمائی کی۔

آخر میں اُن تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی وجہ سے میرا مقالہ مکمل ہوا۔ اِن میں سرِ فہرست جناب سیّد نثار اشرف، ڈاکٹر خالق داد ملک، جناب مفتی محمد اختر (سابق مفتی حزب

الاحناف) اور خاص طور پر جناب محمد احمد ترازی صاحب قابلِ ذکر ہیں۔

میں اِن تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب ناظمِ تعلیمات جامعہ نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی کی بھی بے حد مشکور ہوں جن کی توجہ خاص کے سبب یہ مقالہ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے تمام محسنین کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اِس ادنیٰ سعی کو اپنی بارگاہِ الٰہی میں قبول فرمائے اور اِس میں کوئی بھی کوتاہی یا کمی بیشی ہو تو مجھے معاف فرمائے۔ آمین

سیّدہ مریم علی
(شعبۂ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف لاہور)

❁❁❁

مقدمہ

الحمد لله العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين واله واصحابه اجمعين

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے اور درود و سلام حضور اکرم ﷺ پر جو کہ تمام جہانوں کے لیے رحمت اللعالمین ہیں۔

سیّد دیدار علی الوریؒ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو علم کے نور سے منور کیا۔ آپ کی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں۔ میرے مقالہ کا عنوان "سیّد دیدار علی شاہؒ کی فقہی خدمات" ہے۔ میں نے اپنے مقالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا۔

باب اول: باب اوّل میں سیّد دیدار علی الوری کی سوانح حیات، آپ کا علمی مقام و مرتبہ اور آپ کی دینی لحاظ سے خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب دوم: دوسرے باب میں فقہ کے معنی و مفہوم، فقہ کی اہمیت، فقہ کے ادوار اور برصغیر میں فقہ کا ارتقاء شامل ہے۔

باب سوم: مقالے کے تیسرے باب میں محدث الوری کی فقہی خدمات کا جائزہ، آپ کے فتاویٰ جات، فتاویٰ کا اسلوب و خصوصیات شامل ہیں۔

میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ یہ مقالہ غلطیوں سے پاک ہے کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اور ایک انسان ہونے کے ناطے جو بھی غلطیاں یا خامیاں اس میں رہ گئی ہیں وہ میری طالب علمانہ حیثیت کی وجہ سے ہیں۔ اس مقالہ میں کوئی خوبی نظر آئے تو یقیناً مقالہ نگار کو خالق کی عطا کردہ ہے جس پر مقالہ نگار اللہ کریم کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے اور اگر کوئی خامی یا کوتاہی محسوس ہو تو اُسے میری کوتاہی و خطا سمجھا جائے۔

اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس قسم کے موضوعات پر کام کرنے والوں کے لیے اسے راہنمائی کا باعث بنائے۔ آمین بجاہ حبیب الامین ﷺ

باب اوّل

سیرت وسوانح

فصلِ اوّل

خاندانی پس منظر

آباؤ اجداد

انسان کی شخصیت اور اُس کی تربیت کا اندازہ اُس کے گھر کے ماحول سے لگایا جا سکتا ہے۔انسان اپنے گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے۔یعنی جیسا انسان کا ماحول ہوتا اُس کی تربیت بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔سیّد دیدار علی شاہؒ نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو کہ علمی خاندان تھا اور آپ کے عم مکرم اپنے وقت کے با کمال بزرگ تھے۔آپ اُنہی کی دعا سے پیدا ہوئے۔آپ کی تربیت آپ کے والدین اور عم مکرم کی سرپرستی میں ہوئی۔

> ”سیّد دیدار علی الوری کے آباؤ اجداد ایران کے شہر مشہد کے رہنے والے تھے۔ آپ کے پردادا پہلے شخص ہیں، جن کا نام دینی مضمات پر جلوہ گر ہوا۔آپ مشہد کو خیر آباد کہہ کر ریاست الور میں آباد ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام سیّد موسیٰ رضاؒ سے ملتا ہے۔آپ کے والد کا نام سید نجف علی شاہ تھا۔“[1]

تاریخ و مقامِ ولادت:

آپ کی تاریخ و مقامِ ولادت کے حوالے سے مرقوم ہے کہ:

> مرجع العلماء والمحدثین سیّد دیدار علی الوری ابن سید نجف علی ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۶ء، بروز بیر محلّہ نواب پورہ الور میں پیدا ہوئے۔[2]

نام و کنیت: آپ کا اسم گرامی دیدار علی اور کنیت ابو محمد تھی۔[3]

القابات

آپ کو دنیا مرجع العلماء والمحدثین، مولانا ابو محمد سیّد دیدار علی شاہ، سیّد دیدار علی الوری، امام المحدثین، محدث الوری، بدر المحدثین، مشہدی، شیخ الحدیث کے نام سے جانتی ہے۔

بشارت قبل از ولادت

تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کوئی علمی شخصیت اِس عالمِ دنیا میں جلوہ گر ہونے لگتی ہے تو اُس کے چرچے ہونے لگتے ہیں اور اُس کے بارے میں پیشین گوئیاں ہونے لگتی ہیں۔ یہی وجہ تھی جو سیّد دیدار علی الوری کی ولادت سے قبل آپ کے عم مکرم حضرت مولانا سیّد نثار علی شاہؒ (جو اپنے وقت کے باکمال بزرگ تھے) نے آپ کی والدہ محترمہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت دے دی تھی۔ اور سیّد دیدار علی الوری اپنے عم مکرم سیّد نثار علی شاہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے آپ کے عم مکرم نے فرمایا تھا:

"بیٹی تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو دینِ مصطفوی ﷺ کو روشن کرے گا۔ اُس کا نام دیدار علی رکھنا۔"[7]

شجرہ نسب

محدث الوری سیّد دیدار علی شاہؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضاؒ (المتوفی ۱۸۳ھ) تک پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ حسنی اور حسینی سید مشہور ہوئے۔[8] انسان کے اخلاق اُس کی تربیت اور قدر و منزلت کا اندازہ اُس کے خاندان سے ہوتا ہے۔ سیّد دیدار علی الوری بھی ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

"سیّد دیدار علی شاہ رضوی مشہدی، ابن سیّد نجف علی شاہ رضوی مشہدی، ابن سیّدنا محمد تقی، ابن سیّدنا محمد عبدالوہاب، ابن سیّدنا اسماعیل رضوی، ابن سیّدنا یوسف ابن سیّدنا ابوحاب ثالث، ابن سیّدنا سعید الدین رضوی، ابن سیّدنا عبدالکریم رضوی، ابن سیّدنا محمد رضوی، ابن سیّدنا عبدالوہاب ثانی، ابن سیّد احمد رضوی، ابن سیّدنا رفیع الدین احمد رضوی، ابن سیّدنا عبدالوہاب اوّل رضوی، ابن سیّدنا محمد رضوی، ابن سیّدنا ابوالمکرم، ابن سیّدنا محمد غوث رضوی، ابن سیّدنا جلال الدین سرخ بخاری، ابن سیّدنا ابوالمؤید رضوی، ابن سیّدنا جعفر رضوی، ابن سیّد محمد رضوی، ابن سیّدنا محمود رضوی، ابن سیّد جعفر اول رضوی، ابن سیّدنا امام ہادی تقی، ابن سیّدنا امام محمد تقی، ابن سیّدنا امام علی رضا موسیٰ کاظم مشہد مقدس، ایران۔"[9]

فصل دوم

ابتدائی حالات، تعلیم و اساتذہ

ابتدائی تعلیم و تربیت

اگر ہم پچھلی کچھ صدیوں پر نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ پہلے لوگ اپنے بچوں کی تربیت خود گھر پر ہی کرتے تھے تاکہ وہ جب کسی بھی ادارے میں جائے تو وہ تمیز دار ہوں اور صحیح اور غلط سے آشنا ہو سکیں۔ پہلے زمانے میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم بھی گھر پر ہی دی جاتی تھی اور اُن کو ابتدائی دینی تعلیم گھر پر ہی سکھائی جاتی تھی۔ اسی طرح سیّد دیدار علی الوریؒ کو آپ کے عم مکرم نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی دی۔ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"سیّد دیدار علی کو آپ کے عم مکرم سیّد نثار علی نے قرآن مجید پڑھایا۔"[10]

اعلیٰ تعلیم کا حصول

اگر کسی دور کی اخلاقیات اور تعلیمات کو دیکھنا ہو تو اُس دور کے تعلیمی معیار کو پرکھا جا سکتا ہے کہ اُس دور کا معیار کیا ہے یعنی کہ کسی دور کا تعلیمی معیار جتنا زیادہ بہتر ہوگا اُس قوم کا اخلاق بھی اتنا ہی عمدہ ہوگا۔ پچھلی صدیوں میں انگریزوں کے اطوار سے متاثر ہوئے بغیر مسلمان اپنے دینی مقام کو سمجھنے اور ایک بہتر انسان اور بہتر معاشرے کی تشکیل کے لیے مدارس اسلامیہ کا رخ کرتے تھے۔ جہاں پر اُن کو قرآن و حدیث، فلسفہ، منطق، ریاضیات اور دیگر علوم پڑھائے جاتے تھے۔

سید صاحب نے جس دور میں آنکھ کھولی اُس دور میں دینی مدارس بہت عروج پر تھے اور لوگ اپنے بچوں کو ان مدارس میں داخل کرواتے تھے۔ محدث الوری کے والدین نے بھی آپ کو علوم دینیہ و عصریہ کی تکمیل کے لیے مدارس کا رخ کروایا جہاں آپ کو جید عالموں سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا اور آپ نے اُن سے فیض حاصل کیا۔

"آپ نے الور میں ابتدائی کتب مولانا قمر الدین سے پڑھیں۔ آپ نے

اپنے وقت کے جید علماء وفضلا سے فیض حاصل کیا۔مولانا کرامت اللہ خانؒ سے دہلی میں درسی کتابوں اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی فقہ ومنطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ سے کی۔"[8]

دورۂ حدیث

آپ نے دہلی میں مولانا کرامت اللہ خانؒ سے درسی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث ختم کیا۔حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے حدیث کی سندیں حاصل کیں اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔[9]

سندِ علم حدیث:

جس طرح آج کل سند کے بغیر کسی بھی علم کو معاشرتی طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا اور علمی حیثیت سند کے ساتھ مشروط ہے۔بالکل اسی طرح پچھلے ادوار میں بھی سند اہمیت کی حامل تھی اور سیّد صاحب نے اپنی علمی سند حاصل کی۔

سلسلۂ سند فضل الرحمٰن محدث گنج مرادآبادی تا حضرت ابو القابوس

حضرت سیدنا شاہ فضل الرحمٰن محدث گنج مرادآبادیؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شیخ سید عمرؒ، شیخ عبداللہؒ، شیخ یحییٰ، شیخ سعیدؒ، شیخ وجیع الدینؒ، شیخ شمس الدینؒ، شیخ احمد بن علیؒ، شیخ عبدالرحیمؒ، حضرت ابوالفتحؒ، حضرت عبداللطیفؒ، حضرت عبدالرحمٰنؒ، حضرت ابو سعید اسماعیلؒ، حضرت ابو صالح احمدؒ، حضرت ابو طاہر محمدؒ، حضرت ابو حامد احمدؒ، حضرت عبدالرحمٰنؒ، حضرت سفیان بن عمروؒ، حضرت ابو قابوسؒ۔

سند علامہ سید ابو البرکات تا حضرت محمد ﷺ

سندِ فتی حنفی مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابو البرکاتؒ، حضرت امام احمد رضا خانؒ، حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ، شیخ جمالؒ، شیخ محمدؒ، شیخ محمد عابد انصریؒ، شیخ محمد یوسفؒ، شیخ عبدالقادرؒ، شیخ اسماعیلؒ، شیخ عبدالغنیؒ، شیخ اسماعیل بن عبدالغنیؒ، شیخ حسنؒ، شیخ محمدؒ، شیخ احمدؒ، شیخ سریؒ، شیخ کمالؒ، شیخ سراجؒ، شیخ علاؤ الدینؒ، شیخ سید جلال الدینؒ، شیخ عبدالعزیزؒ، شیخ جلال الدین کبیرؒ، امام عبدالستارؒ، امام برہان الدینؒ، امام فخر السلامؒ، امام شمسؒ، شیخ ابو علی نسفیؒ، شیخ ابو بکرؒ، امام عبداللہؒ، شیخ عبداللہ بن ابی حفصؒ، امام ابو عبد اللہ محمدؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت محمد ﷺ۔[10]

فقہ ومنطق

آپ نے لاہور میں حضرت مولانا ارشاد حسین سے فقہ ومنطق کی تعلیم حاصل کی۔[11]

ہم درس علماء:

کہتے ہیں کہ انسان کے مزاج کو دیکھنا ہو تو اُس کے دوستوں کی طرف دیکھو۔انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے جیسا اُس کا دوست ہوگا وہ بھی ویسا ہی ہوگا۔اگر انسان کی صحبت اچھی ہو گی تو اُس کا اخلاق بھی اچھا ہوگا۔محدث الوری کے ہم درس رفقاءِ وقت کے جید عالم بنے اور دنیا میں دین اسلام کا نام روشن کیا۔آپ کے رفقاء میں:

"شیخ الاسلام پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ (المتوفی ۱۳۵۹ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتیؒ شامل تھے۔"[12]

حصول علم کے لیے سفر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی نعمتیں عطا کیں ہیں اُن میں سب سے بڑی نعمت علم ہے۔علم وہی ہے جس سے انسان اپنے ربّ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔دینی علم انسان کو بھٹکنے نہیں دیتا وہ انسان کو تھامے رکھتا ہے اور انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔چنانچہ سیّد دیدار علی الوریؒ نے حصول علم کے لیے دور دراز کے سفر طے کیے اور علمی تشنگی کا سامان جمع کیا۔

آپ تلاشِ حق میں انبالہ پہنچے، انبالہ اُن دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ کے وجود مسعود کی بدولت انوار روحانی بنا ہوا تھا۔شاہ صاحب نے پورے دو سال میں جوہرِ علم کو روحانیت کی آبداری سے چمکا دیا اور فرمایا:

"تم گنج مرادآباد چلے جاؤ، تمہارا حصہ وہاں تمہارے لیے چشم براہ ہے۔"

چنانچہ آپ گنج مرادآبادی پہنچے اور حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کرنے لگے۔آپ اِس نسبتِ روحانی کے ساتھ ساتھ مولانا امام احمد رضا خان بریلویؒ، سیّد شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانیؒ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف سے علم وکمال حاصل کرتے رہے۔[13]

اساتذہ کرام

انسان کے کامیاب ہونے میں اُس کے اساتذۂ کرام کا بہت اہم کردار ہوتا ہے اگر

انسان کو اچھے استاد مل جائیں تو یہ اُس کی خوش قسمتی ہوتی ہے اور استاد شاگرد کو علم کی منزلیں طے کرواتا ہے۔ سید صاحب کو بھی ایسے ہی استاد ملے جن کی صحبت میں رہ کر آپ نے علم اور فیض حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں جید علماء شامل ہیں:

"۱۔ مولانا قمر الدینؒ

۲۔ مولانا شاہ کرامت اللہؒ

۳۔ مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ

۴۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ

۵۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ

۶۔ مولانا شاہ عنایت اللہ رامپوریؒ۔"[14]

بیعت وخلافت

انسان کے کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے راستے پر چلے جو اُسے اللہ ﷻ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی طرف لے جائے۔ بیعت کا مقصد ہوتا ہے کہ ایک شیخ کامل انسان کو اللہ کی معرفت تک پہنچائے اور انسان کو اللہ کا قرب حاصل ہو سکے۔ اگر انسان کے پیچھے ایک رہنما ہو تو راستہ طے کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس کیا۔ اِسی طرح جب ہم اکابرین کے ہاتھ پر ہاتھ دیتے ہیں تو وہ ہمیں اللہ ﷻ کی معرفت کی منزلیں طے کرواتے ہیں۔ سیّد صاحب نے بھی مختلف روحانی درسگاہوں کی طرف سفر کیا اور وہاں سے علوم باطنیہ کی تکمیل کی۔ آپ نے

"حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور سلاسل طریقت کی سند حاصل کی۔"[15]

خلافت سید علی حسین چشتیؒ کچھوچھہ شریف

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں انسان کو اپنا نائب وخلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ دینی و روحانی قیادتیں جب ایک مرکز پر جمع ہو جاتی ہیں اور اللہ کے دین کو پھیلاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفۂ خاص بن جاتی ہیں۔ اور جب کوئی اِس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے یا جب اُسے احساس ہوتا ہے کہ اِس خلافت کے سلسلے کو آگے بڑھایا جائے اور دین اسلام کے پھیلانے میں کسی کو منتخب کیا جائے تو وہ اپنا

خلیفہ اُسے مقرر کرتا ہے۔ جس کو وہ خلافت کے لائق سمجھتا ہے اور پھر وہ انسان جس کو خلافت سے نوازا جاتا ہے وہ دین اسلام کو پھیلانے کا کام انجام دیتا ہے۔ چنانچہ محدث الوری کا علمی مقام ومرتبہ دیکھ کر مختلف بزرگان دین نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

"دینی تعلیم کے حصول کے بعد سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت گنج مراد آبادیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اُنھی سے خلافت پائی۔ بعد ازاں سلسلہ چشتیہ میں پیر سیّد علی حسین چشتیؒ کچھوچھہ شریف اور سلسلہ قادریہ میں امام العارفین شاہ آلِ رسول مارہرویؒ اور امام احمد رضا خاں محدث بریلویؒ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔"[16]

❁❁❁

فصل سوم

دینی وعلمی خدمات

بحیثیت مدرس

محدث الوری نے اپنی ساری زندگی قرآن وحدیث کی تبلیغ میں وقف کردی اور آپ کے علم سے بہت سارے لوگ متاثر ہوئے۔آپ نے لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف راغب کیا اور اُن کو دین کے صحیح راستے پر چلایا۔

"آپ رامپور میں "مدرسہ ارشاد العلوم" میں مدرس مقرر ہوئے مگر آپ نے ایک سال بعد الور آ کر "مدرسہ قوۃ الاسلام" کی بنیاد (۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں) رکھی۔" [۱۷]

محدث الوری کی لاہور آمد

محدث الوری ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے اور یہاں شہرہ آفاق دینی درسگاہ دارالعلوم نعمانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر ۱۳۳۰ھ میں فائز ہوئے۔انجمن نعمانیہ کے ۲۵ ویں سالانہ اجتماع میں برصغیر پاک وہند کی تین عظیم ہستیاں اور ممتاز علمائے دین اور محدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور مولانا سید دیدار علیؒ ایک ساتھ جلسہ میں جلوہ افروز ہوئے اور تینوں کا بیان ہوا۔اِس سے قبل یہ تینوں علمائے دین دورۂ حدیث کے موقع ۱۲۹۵ء میں ۳۵ سال قبل مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے پاس دورۂ حدیث میں شامل ہوئے تھے۔ [۱۸]

بحیثیت مفتی وخطیبِ آگرہ

۱۹۱۷ء میں محدث الوری لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے جہاں آپ جامع مسجد کے خطیبِ اعظم اور شہر کے مفتی قرار پائے۔اُن دنوں ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں شدھی تحریک نے مسلمانوں کے ایمان واعتقاد کو مسخ کرنے میں طوفان برپا کر رکھا تھا۔آپ اِس شدھی

تحریک کے خلاف جہاد کرنے کے لیے قریہ قریہ شہر بہ شہر پہنچے۔ [۱۹]

مسجد وزیر خان میں خطابت

محدث الوری ۱۹۲۲ء میں دوسری بار لاہور تشریف لے گئے تو مسجد وزیر خان میں خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔درس وتدریس کے ساتھ ساتھ باقاعدہ دارالافتاء قائم کیا جس سے بے شمار خلقت نے استفادہ کیا۔ [۲۰]

قیام مرکزی انجمن حزب الاحناف

محدث الوری نے ۱۹۲۵ء میں یہ مذہبی ادارہ قائم کیا۔آپ کی ذات وصفات برصغیر پاک وہند کی مایہ ناز دینی ہستیوں میں سے تھی جنہوں نے اسلامیان ہند کی دینی رہنمائی فرمائی۔انجمن حزب الاحناف کے زیر اہتمام بلند پایہ دارالعلوم حزب الاحناف ۱۹۲۵ء میں قائم کیا۔یہ ادارہ مسجد وزیر خان میں قائم ہوا۔اِس ادارے نے تھوڑے ہی عرصے میں مرکزی علمی حیثیت اختیار کرلی۔مولانا سیّد دیدار علی شاہؒ اور اُن کے صاحبزادے، علامہ سیّد ابو البرکات سید احمد قادریؒ اور مولانا عبد الرحمٰن ہزارویؒ، مولانا عبد الواحد ملتانی اعزازی مدرس ہوئے۔بعد ازاں محلہ دہلی گیٹ میں منتقل ہوگیا۔اِس دارالعلوم نے اپنی فعال کارکردگی سے غیر اعتقادی تحریک کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بند کھڑا کردیا۔پنجاب میں بلند کردار وعقیدۂ راسخ خطیب جید مناظر اور قابل قدر مدرس پیدا کیے۔

"حزب الاحناف' علوم عربیہ اسلامیہ کی ایک عظیم درسگاہ ہے۔جس سے ہزارہا افراد علم دین کی تحصیل وتکمیل کے بعد نکلے۔آپ کی تصانیف فارسی میں بھی ہیں۔" [۲۱]

تلامذہ

ہندوپاک میں آپ کی انتھک تدریسی کاوشوں کی بدولت بے شمار تلامذہ نے آپ سے علوم دینیہ کی تعلیم پائی، آپ کے صاحبزادگان غازی کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد قادریؒ (جمعیت علماء پاکستان کے پہلے صدر) اور مفتی اعظم پاکستان، علامہ ابو البرکات سیّد احمد قادریؒ کے علاوہ چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا ارشاد علی الوری مرحوم

۲۔ مولانا رکن الدین الوری نقشبندی

۳۔ مولانا محمد اسلم جلال آبادی

۴۔ مولانا عبدالحق ولادیتی

۵۔ مولانا عبدالرحمٰن ولادیتی

۶۔ مولانا سید فضل شاہ (پنجابی)

۷۔ مولانا فیض اللہ خاں ہوتی مردان

۸۔ مولانا محی الاسلام بہاولپوری

۹۔ مولانا عبدالقیوم ہزاروی

۱۰۔ مولانا سیّد منور علی شاہ

۱۱۔ مولانا محمد رمضان بلوچستانی

۱۲۔ مولانا غلام محی الدین کاغانی

۱۳۔ مولانا محمد رمضان اسپیلہ، سندھ

۱۴۔ مولانا شفیق الرحمٰن، پشاور

۱۵۔ مولانا فضل حسین، معین الدین پور، گجرات

۱۶۔ مولانا عبدالعزیز، الگوں

۱۷۔ مولانا زین الدین الوری

۱۸۔ مولانا عبدالقیوم الوری

۱۹۔ مولانا عبدالرحیم الوری

۲۰۔ مولانا عبدالجلیل جالندھری

۲۱۔ مولانا محمد غوث ملتانی

۲۲۔ مولانا محمد عبدالدین مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، لاہور

۲۳۔ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی، مدظلہ العالی بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور

۲۴۔ مولانا عبدالعزیز، بورے والا [۲۲]

تصانیف

محدث الوری نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ جن میں سے بعض کے نام

درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر میزان الادیان

۲۔ ہدایۃ الغوی در ردِ روافض

۳۔ رسول الکلام

۴۔ تحقیق المسائل

۵۔ ہدایۃ الطریق فی بیان التقلید و تحقیق

۶۔ سلوک قادریہ

۷۔ فضائل رمضان

۸۔ فضائل شعبان

۹۔ الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ

۱۰۔ شان امیر معاویہ و ممانعت تصویر جاندار

۱۱۔ دیوان دیدار علی، اُردو

۱۲۔ دیوان دیدار علی، فارسی

۱۳۔ مزارات پر گنبد [۲۳]

محدث الوری بطور شاعر

محدث الوری نے دیگر علوم میں خدمات سرانجام دینے کے ساتھ شاعری بھی کی۔ آپ نے بطور شاعر حضور اکرم ﷺ کی مدحت، تعریف و توصیف بیان کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

رَبَّنَا یَا اِلٰهَنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
حَافِظَنَا حَفِیظَنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
اُن پہ اور اُن کی آل پر اُن کے صحابہ پہ تمام
بھیج درود و ربنا صل علی محمد ﷺ
مخزن سرِّ کبریا سر تھا پہ سرانِ دہر

سر تھا بڑا حضور کا صل علی محمد ﷺ
قول صحیح تو ہے یہی کانوں کی لو تلک تھی بال
کالے سیاہ مشک سا صل علی محمد ﷺ
بعض کا یہ بیان ہے نیم گلو تلک تھے گاہ
رکھتے تھے موئے خوشنما صل علی محمد ﷺ
دوش بدوش دوش تھے پیچاں تھے لو تلک گر
قول ہے یہ بھی بعض کا صل علی محمد ﷺ
مانگ تھی مانگ بخشش اہل گناہ و معصیت
بیچ کی سیدھ میں سدا صل علی محمد ﷺ
گوش تھے گوش حق نیوش مثل گل گلاب کی
سنتے تھے عرش کی صدا صل علی محمد ﷺ
ابرو تھیں آبروئے دیں ابر کرم کرم نما
لطف کرم کی دو گھٹا صل علی محمد ﷺ
دونوں بھویں تھی دو کمال بہر شکار عاشقاں
زخمی ہیں جن کے جا بجا صل علی محمد ﷺ
دونوں بھوؤں کے بیچ میں یک رگ نور پُر ضیا
نور فشاں تھی دائما صل علی محمد ﷺ
ترکش تیر ہائے عشق مژگاں تھی جن کے فیض سے
بن گئے صدہا با خدا صل علی محمد ﷺ
مارتی تھی پلک پلک میں ہر پلک سہام عشق
ان کے جو دل تھے با صفا صل علی محمد ﷺ
نرگس چشم دلبر بادلبر دلبراں دہر
قبلہ نما خدا نما صل علی محمد ﷺ
بدر کہوں دیا کہوں شمس رخ منیر کو

سب میں انہی کی ہے ضیا صل علی محمد ﷺ
دانتوں کی وہ چمک دمک جیسے نجوم بر فلک
رہتے تھے دائما خدا صل علی محمد ﷺ
لب تھے لبالب از کرم چشمۂ لطف و مرحمت
موتھ تھا کشادہ آپ کا صل علی محمد ﷺ
بینی جو پاک صاف تھی یک الف بِلہ تھی
بیچ میں نور کی ضیا صل علی محمد ﷺ
صورت گردن بتاں سانچے کی تھی ڈھلی ہوئی
گردن پاک مصطفیٰ صل علی محمد ﷺ
چھنکی ہوئی تھی سینہ پہ ریش مبارک آپ کی
دونوں لبیں تھیں لب نما صل علی محمد ﷺ
ریش میں تھی سفید سی بیچ میں اور دو طرف
تور وہ موئے پُر ضیا صل علی محمد ﷺ[۴۳]

دیوان دیدار علی

محدث الوری کو دیگر دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ آپ نے اُردو کے ساتھ فارسی میں بھی دیوان لکھے۔ جس کے کچھ اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

دیوان دیدار علی (اُردو)

میدانِ حمد خدا میں جب شبدیز قلم کا روانہ ہوا
اول ہی قدم میں چکرا کر وہ تیر قضا کا نشانہ ہوا
منشی عقل جو لکھنے لگا حمد اس محمودِ یکتا کی
ہو کر ہکا بکا یکدم بیہوش ہوا دیوانہ ہوا
ہے حمد وہی لائق اس کے جو اس نے اپنی حمد ہے کی
یہ تیری زبان اور حمدِ خدا کیا حمد بھی ایک افسانہ ہوا
تھا جان لیا تب ہی ہم نے جب ملک عدم سے ادھر آئے

جانا ہے اپنے وطن کو پھر وہی آخر اپنا ٹھکانہ ہوا
تھا علم خدا میں مقر اپنا واں چین بھی تھا آرام بھی تھا
جب منزل ہجر میں منزل کی بے چینی کو ایک زمانہ ہوا
جب علم خدا سے ہوئے ظاہر بیرنگی نے رنگ انوکھے لیے
کوئی مومن اور یگانہ ہوا کوئی کافر اور بیگانہ ہوا
کبھی بت شکنی کا جلوہ تھا کہیں صنم پرستی کا نقشہ
اسلام کہیں تھا جلوہ نما آباد کہیں بت خانہ ہوا
محبوبی کا جلوہ دکھلایا کہیں کہیں عشق کی آگ کو بھڑکایا
کہیں شمع خوبی ہوئی روشن کہیں جلوہ نما پروانہ ہوا
کہیں گل پہ چہکنے لگی بلبل کہیں سرو پہ شور صلصل تھا
کہیں فاختہ کوکو کرنے لگی ہر شے کا نیا ہی ترانہ ہوا
ظاہر و دیکھا تو اُسے دیکھا باطن تو اُسے دیکھا
دیوانہ کوئی فرزانہ کوئی ہشیار کوئی مستانہ ہوا
کہیں بادۂ عشق کے مستانے کہیں شوق لقا کے دیوانے
قدرت کے عجب جلوے دیکھے مستانہ کوئی دیوانہ ہوا
کہیں جلوۂ مخشتی پیدا کہیں بالۂ عشاق شیدا
کہیں تھا ساقی کہیں جامِ جم کہیں مے تھی کہیں میخانہ ہوا
جب غور سے دیکھا کچھ بھی نہ تھا اوصاف خدا کا جلوہ تھا
کہیں شانِ رحم ہوئی ظاہر کوئی مرآۃ قہر شہانہ ہوا
کہیں بحث حقائق اشیاء تھی اور اس کے ثبوت کے چرچے تھے
کہیں اپنی خودی سے گم ہو کر لا شے ہر شے کا ترانہ ہوا
کہیں تنزلات خمسہ کا نقشہ قھاولوں پہ کھینچا ہوا
کہیں شان عروجی سے ظاہر یکتائی کا کاشانہ ہوا
تھے لاالٰہ کے آئینے بے گنتی جتنے حسنِ ازل

محبوب بنا کبھی عشق بنا کبھی مست کبھی فرزانہ ہوا
ما کان مع اللہ شی والآن کما کان ربی
اظلال وجودِ حقیقی سے کوئی ساقی کوئی پیمانہ ہوا
کنت کنزاً مخفیاً کے اسرار ہوئے جسدم ظاہر
عاشق معشوق اور عشق نما آخروی اِک جانا نہ ہوا
جب رنگ برنگی جلووں سے ہوا جلوۂ وحدت جلوہ نما
جامِ قل ھو اللہ احد پی پی کے ہر اک مستانہ ہوا
توحید کا جلوہ آنکھوں میں اس درجہ ہوا پھر جلوہ نما
لو د لیتم جبلِ کا مستانہ ہر اک فرزانہ ہوا
کبھی جلوۂ نور ہویدا ہوا کبھی شان کلیمی کے تھے جلوے
کبھی شان محی ہوئی ظاہر کبھی شور محبوبانہ ہوا
کبھی طبی چرچے ہونے لگے کبھی شان مسیحی کا جلوہ
کبھی آتشِ نمرودی بھڑکی کبھی ٹھنڈا آتش خانہ ہوا
خلت کی کبھی آنے لگی کبھی شانِ خلیل الٰہی تھی
کبھی جوش پہ بادۂ الفت تھی کبھی خم تھا کبھی خم خانہ ہوا
کبھی کفر و شرک کی ظلمت تھی کبھی نورِ ہدایت تھا پیدا
کبھی ویرانہ معمور ہوا معمور کبھی ویرانہ ہوا
من چاہے ان کے پتا بھی مل سکتا نہیں حق بات ہے یہ
ہوئے این واں کے یہ سب پردے اور ماوشما کا بہانہ ہوا
جب نعرۂ بیرنگی آیا دیدار رہا نہ وہ دید رہی
مطلوب رہا نہ کوئی طالب وہی ایک اکیلا یگانہ ہوا

❁❁❁

جلوۂ یار جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا

ظاہر و باطن اوّل و آخر
اس کے جلووں کو برملا دیکھا
جسم و جوہر عرض غرض سے پاک
پاک کو پاک و باصفا دیکھا
کچھ نہ دیکھا جو غور سے دیکھا
جلوہ اس کا جہاں نما دیکھا
اتنا ظاہر ہے وہ کہ میں نے اُسے
ہاں مُحیط ہر جگہ دیکھا
علم و معلوم عین عالم و غیر
بھی سِرّ فنا بقا دیکھا
نہ مکاں ہے نہ لا مکاں ہمہ زوست
اس کا جلوہ نیا نیا دیکھا
این و آں اور چنیں چناں دیکھا
سب میں سب چیز سے جدا دیکھا
دید دیدار یار سے دیدار
ہم نے ہم کو مٹا ہوا دیکھا
جلوہ گر نور مصطفیٰ دیکھا
ہر جگہ اُن کا جگمگا دیکھا
شان لو لاک کو عیاں دیکھا
ہم نے جب نور دلربا دیکھا

دیوان دیدار علی (فارسی)

مدد کن چوں کنم حمت کہ او دارد تسلسلہا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
ہر حمدے تو بہ توفیق حمت حمد شد واجب

پس اے محمود حمت از تو آمد لائق و زیبا
توئی محمود و حامد عشق حمت بدو لے چکنم
کہ عشق آساں نمود اول و بے افتاد مشکلہا
زتاب جعد مشکینی حبیب خوں شدہ دلہا
کہ پیشش خوں شدہ نافہ تجل کشتد سنبلہا
ہوئے نافۂ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید
بحمد آید چو محبوبت شوند آسان منزلہا
بہرتابے زلفش چوں بہ بخشی اے یا رب
زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا
بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ مختلف الاوامر بالحکم قاطع وعاملہا
تو فرسودی کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
کہ سالک بیخبر بنود زراہ و رسم منزلہا
مرا در منزل عشقت چہ امن و عیش چوں ہر دم
بیاپے سید ہند غذا کہ نیہ لا تغافلہا
قیامے کو بجزلہائے عشق و حمد تو دائم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا
شب تاریک و بیم موج گرداب چنیں حائل
چو داری قصد ایں رہ ہوش دارد لا تساہلہا
بغیر از دیگریش بحول چوں رسم جیفاہ
شب تارجدا بیاد گرداب تغافلہا
بیکسو پاس شروع وسوئے دیگر جوش ہستیہا
کجا دانند حالِ ماسکبساران ساحلہا
ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر

فقد حلکوا بصیائش دریں رہ بیکہ عاقلہا
بشوقش جاں بلب آمد شدم بدنام عشق او
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا
حضوری گر ہمیخواہی مشو غافل ازو حافظ
بذکر و فکر اوے باش درخلوت و محفلہا
بترکِ ماسوائش باش اے دیدارؔ مشغولش
تخلی ماتلق من تھوی دع الدنیا واھملہا
بودی ذبودہ بود شئے ناپیدا بد ند ہمہ اشیا
ازبودِ تو پیدا شد ہمہ شے ناپید ہمہ گشتہ پیدا
در عرصۂ حمد و ثنائے تو میدان ستائشہائے تو
شد توسن عقلم تحیر شبدیز قلم اشکستہ پا
از حد و عدبروں آمد ہم شکر و ثنا و سپاس تو
اے شکرو سپاس تو چنداں چندانکہ بوذ تو نعمہا
زحدوث و قدم بیروں آمد اوصاف و صفات قدیم او
نہ حدوث بدونہ قدم بودہ موصوف بداوبہ ستائشہا
خود حامد و خود محمود آمدبہ جملہ صفاتش عین او
ازعینیش وز غیریت گویم چہ نہ بدایں نسبہا
گویم چہ زوصف و ثناء اوپاکست زلسبہا والش
بے کیف و بے کم بروصفش عرض است نہ جوہر ذاتِ خدا
ازلسبہائے حدوث و قدم کثرت و وحدت ظاہر شد
ورنہ ہمہ معلومات خدا از علم خدانشوند جدا
شد آئینہ اوصاف وآں مظہر اوصافِ باری
کہ بود وجاش محبوب خدا زوجملہ جہاں شدع جلوہ نما
زوارض و فلک زوجن و ملک ظاہر زوگشت سماوسک

ورستائش آمد لولاک لما خلقت کل الدنیا
آں مظہر شان حدوث و قدم آں مصدر لطف و رحم و کرم
محبوب خدا مقبول خدا مطلوب خالق ارض و سما
اونیست خدا لیکن ز خدا ایک لحظہ و ساعت نیست جدا
ہر کس کہ بدید جمال او بیند لا ریب جمالِ خدا
نورش بخدا شداز نورش نورش از نورش شد پیدا
از نورش گشت ہمہ عالم ظاہر باطن پنہاں پیدا
صلوات و سلام خدا بروئے بر اصحاب و بر آلِ وے
از بندۂ دیدارؔ عاجز و رنجل و نہار و صبح و مسا[45]

تحریک پاکستان میں کردار

برصغیر میں مسلمانوں نے جب اپنے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا جہاں پر رہ کر وہ دین اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں تو اس وقت بہت سارے مسلم قائدین، اکابرین، علما اور مشائخ نے سرگرم ہو کر اس تحریک میں حصہ لیا اور مسلمانوں کے الگ وطن کے مطالبہ کی بھرپور تائید کی۔

"اس تحریک میں خلفاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ سید دیدار علی شاہؒ نے مسلمانوں کے الگ وطن کے مطالبے کے لیے کوششیں کیں۔ ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریف میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ کے بکثرت خلفاء تھے جن کی تعداد سو(۱۰۰) سے تجاوز ہے۔"[46]

غازی علم دین شہید کی نماز جنازہ

غازی علم دین شہیدؒ ایک سچے عاشق رسول تھے، ایک شخص جس کا نام راج پال تھا اُس نے حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو یہ علم دین شہیدؒ سے برداشت نہ ہوا اور آپ نے اُس گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دیا۔ جس کے بعد علم دین شہیدؒ کو جیل میں ڈال دیا گیا بعد میں مقدمہ چلا اور آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ آپ کا جنازہ محدث الوری سید دیدار علی شاہؒ نے پڑھایا۔

"۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کی صبح کو مسلم اکابرین جن میں علامہ اقبالؒ جیسے نابغہ روزگار

بھی تھے۔ ایک میٹنگ میں اس بات کو پیش کیا گیا کہ غازی علم دین شہیدؒ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف کسے حاصل ہو۔ اس موقع پر اخبار "روزنامہ سیاست" کے مدیر اعلیٰ اور مالک سیّد حبیب اللہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ حق مجھے حاصل ہے تو میں اپنا حق علامہ محمد اقبالؒ کو دیتا ہوں کہ وہ نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اس کے بعد علامہ محمد اقبالؒ نے سیّد حبیب اللہ اور دیگر اکابرین کے مشورے سے اُس وقت کے نابغہ روزگار عالم دین حضرت مولانا سیّد دیدار علیؒ (بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف) کا نام تجویز کیا۔"[۲۷]

اس طرح محدث الوری سیّد دیدار علی شاہؒ نے غازی علم دین شہیدؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

فضائل پُر انوار

محدث الوری کی ذاتِ ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ مخالفتوں کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ دے سکے۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکی۔ علم و فضل کے تو گویا سمندر تھے۔ آپ کے خلوص و ایثار، زہد و تقویٰ، سادگی اور اخلاق عالیہ کے مخالف و موافق بھی معترف تھے۔ سنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لیے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔[۲۸]

وصال مبارک

۲۲ رجب المرجب کو ۱۹۳۵ء کو آپ اپنے ربّ کریم کے دربار میں حاضر ہوئے اور جامع مسجد حنفیہ پرانا حزب الاحناف میں مدفن ہیں۔ ہر سال ۲۲ رجب کو جامع مسجد حنفیہ اندرون دہلی دروازہ میں آپ کا عرس مبارک فیض بخش عام ہوتا ہے۔ علامہ ابو الحسنات سیّد محمد احمد رضوی قادریؒ بانی و صدر جمعیت العلمائے پاکستان نے قطعہ ہائے تاریخ وصال رقم فرمایا جس کا آخری تاریخی شعر یہ ہے:

حافظ یس سر کوبی اعداء شریعت
دیدار علی یافتہ دیدار علارا[۲۹]

OOO

فصل چہارم

اولادِ امجاد

اولادِ امجاد

محدث الوری کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے صاحبزدگان وقت کے جید عالم بنے۔ انہوں نے پوری دنیا میں اسلام کا نام روشن کیا اور لوگوں کو دینی علوم سے آراستہ کیا۔

"سیّد دیدار علی شاہؒ کی تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ بڑے صاحبزادے علامہ ابو الحسنات سیّد محمد احمد قادریؒ خطیب مسجد وزیر خاں اور صدر جمعیت علمائے پاکستان تھے۔ تحریک پاکستان، جہاد کشمیر اور ختم نبوت کی مہم کے عظیم قائد اور مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے علامہ ابو البرکات سیّد احمد قادریؒ سنیوں کے استاد العلماء کہلائے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا انتظام آپ ہی کے ذمہ تھے اور آپ اپنے والد کی اس علمی یادگار کو آخری زندگی تک چلاتے رہے۔"[۳۰]

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ

سیّد محمد احمد قادریؒ وقت کے جید عالم سیّد دیدار علی شاہؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ گھر کے ماحول کا اثر انسان کی تربیت پر ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے صاحبزادوں کی تربیت بہت اچھے طریقے سے کی اور اُن کو دینی علوم کی تعلیم دی۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے صاحبزدگان نے اپنے دور کی باطل رسومات کے خلاف جہاد کیا اور دین اسلام کی اشاعت کے لیے کوشاں رہے۔

سیّد دیدار علی شاہ الوریؒ کے فرزند اکبر مولانا ابو الحسناتؒ ۱۸۹۶ء میں بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد مشہد کے سادات تھے۔ جہاں سے مغلیہ دور حکومت میں بہ سلسلہ تبلیغ اسلام ہندوستان آئے۔

تحصیلِ علوم

"ابوالحسنات کی عمر پانچ سال کی ہی تھی کہ آپ کو مفتی زین الدین (مرحوم) کے درس میں داخل کروا دیا گیا۔جہاں آپ نے حافظ عبدالحکیم ،حافظ عبدالغفور سے قرآن حفظ کیا اور ساتھ ساتھ آپ نے مرزا احمد بیگ سے اردو اور فارسی کتب پڑھی۔فن تجوید قاری قادر بخش مرحوم الوری کے اسباق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں،انہی کی نگرانی میں مولانا نے قرأت وتجوید سیکھی۔صرف و نحو دیگر فنی کتب دینیہ کا مطالعہ اپنے والد مکرم سے کیا۔"[۳۱]

سیّد محمد احمد قادریؒ میں خداداد صلاحیتیں پوری رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔آپ شروع ہی سے پاکباز تھے۔قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے دیگر علوم وفنون کی تکمیل اپنے والد سیّد دیدار علی شاہؒ کے علاوہ مولانا امام احمد رضا بریلویؒ سے حاصل کی۔[۳۲]

بیعت وخلافت:

آپ نے بیعت آفتاب طریقت نور دیدہ غوثیت ماہتاب اشرفیت حضرت شاہ سیّد علی حسین صاحبؒ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کے دست حق پر کی۔مرشد کامل نے بھی حضرت کو خلافت و اجازت سے نوازا۔[۳۳]

تحریکِ پاکستان میں کردار

تحریک پاکستان میں سیّد محمد احمد قادریؒ کا بڑا قابل قدر حصہ رہا ہے۔بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس جس میں تقریباً پانچ ہزار علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی تھی اور اس کی کامیابی میں دیگر بزرگ علماء کے ساتھ ساتھ آپ کا بھی نمایاں کردار رہا۔علمائے اہلسنّت کی ان بھرپور اور کامیاب کوششوں کو خود قائداعظم نے بھی سراہا۔حضرت علامہ ابوالحسنات علمائے اہلسنّت کے اس گروہ میں اپنی سیاسی بصیرت کے بناء پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔[۳۴]

بحیثیت صدر جمعیت علمائے پاکستان

پاکستان کے قیام کے بعد ایک ایسی تنظیم کی تشکیل کی ضرورت پیش آئی جس کے ذریعے اہلسنّت وجماعت منظم ہو سکے اور مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اپنے مسائل حل کر سکیں۔چنانچہ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر علامہ ابوالحسنات قادریؒ تھے۔

"قیام پاکستان کے بعد ایک ایسی ہمہ گیر تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی جو اہلسنّت و جماعت کو منظم کرنے کے ساتھ ملکی اور ملی مسائل میں راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے۔حضرت علامہ سید احمد کاظمیؒ کی تحریک پر انوارالعلوم ملتان میں ۲۶،۲۷،۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان بھر کے علماء ومشائخ نے شرکت کی۔جمعیت العلماء پاکستان کی تشکیل کے بعد حضرت علامہ ابوالحسناتؒ صدر اور حضرت علامہ کاظمیؒ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔"[۳۵]

تحریکِ تحفظِ ختم نبوت

تحریک ختم نبوت میں تو آپ نے ایسی سرگرمی سے حصہ لیا کہ گھر بار آل اولاد حتیٰ کہ اپنی صحت کا بھی خیال نہ رکھا۔قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے قصر نبوت کے قصر رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی قادیان سے منتقل ہو کر پاکستان آگئے اور فتنہ پھیلانے لگے،اس فتنے کے انسداد کے لیے پاکستان کے تمام علماء،سنی،دیوبندی،جماعت اسلامی اور شیعہ نے مل کر ۱۹۵۳ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی جس کے صدر سیّد محمد احمد قادریؒ منتخب ہوئے آپ کی قیادت میں تحریک نے فعال کردار ادا کیا۔حکومت نے آپ کو گرفتار کرکے جیل منتقل کر دیا۔

مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادریؒ نے جیل میں قرآن پاک کی تفسیر "تفسیر الحسنات" لکھنے کا کام کیا۔بعد ازاں مولانا ابوالحسنات کو رہا کر دیا گیا۔۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک چلی تو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزائی غیر مسلم (اقلیت) قرار دے دیے گئے۔[۳۶]

تصانیف

ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری کی تصنیفات میں چند نام یہ ہیں:

۱۔ تفسیر الحسنات
۲۔ ترجمہ کشف المحجوب
۳۔ اوراقِ غم
۴۔ طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ
۵۔ مخمس حافظ
۶۔ مسدس حافظ

۷۔ دیوان حافظ اُردو

۸۔ مرزائیت پر تبصرہ۔[37]

وفات

۲، شعبان ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعۃ المبارک جان، جاں آفریں کے سپرد کردی۔ آپ اپنی وصیت کے مطابق حضرت مخدوم داتا گنج بخشؒ کی آغوش شفقت ورحمت میں محو استراحت ہیں۔ آپ کا قطعہ تاریخ وفات ہے:

افسوس اب نہیں ہے وہ اختصاص ہم میں
تھی جس کے دم سے تازہ ہر دم بہارِ اخلاص
ہمدرد نوع انسان غم خوار اہل عالم
اخلاص کا تھا پُتلا وہ جاں نثارِ اخلاص
تقدیس و اتقا میں موودویت کا جلوہ
آلام و ابتلاء میں شانِ وقارِ اخلاص
جن کو نہیں مدینے جانے کی استطاعت
آئیں کریں زیارت یہ ہے مزار اخلاص
تھا یادگار اخلاص وہ اپنے ہر عمل میں
سال وصال بھی ہے تھا یادگارِ اخلاص[38]

اولادِ امجاد

مولانا سیّد خلیل احمد قادری ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادریؒ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ والد صاحب کی وفات کے بعد تا دم حیات لاہور کی تاریخی مسجد وزیر خان کے خطیب رہے۔ آپ نے دارالعلوم حزب الاحناف سے دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء کی ملک گیر تحریک تحفظ ختم نبوت میں والد کی گرفتاری کے بعد فعال کردار ادا کیا۔ تحریک کے قائد اور والد ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری کی گرفتاری کے بعد مسجد وزیر خان کو تحریک کا مرکز بنایا، گرفتار ہوئے، قید وبند کا سامنا کیا۔ ثابت قدمی و جرأت کے ساتھ مارشل لاء عدالت سے سزائے موت کے حکم سنا اور بدنام زمانہ شاہی قلعہ لاہور کے عقوبت خانے میں طویل عرصہ پس دیوار زنداں گزارا۔

مولانا خلیل احمد قادری نے مسجد وزیر خان کے پاس جامعہ حسنات العلوم قائم کیا۔ اپنے والد کی تفسیر تفسیر الحسنات کی آخری دو جلدوں کی تکمیل کی۔ عید الضحیٰ مع احکام ومسائل قربانی پر ایک کتابچہ بھی لکھا۔ آپ کا انتقال ۲۷ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعۃ المبارک لاہور میں ہوا۔

علامہ ابوالبرکات سیداحمد قادریؒ

محدث الوری کے چھوٹے صاحبزادے سیّد ابوالبرکاتؒ تھے۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ آپ طہارت، پاکیزگی اور حسن اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ میں صرف کردی۔ آپ کے تلامذہ خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ آپ کا مزار حزب الاحناف لاہور میں موجود ہے۔

پیدائش:

علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری ۱۹۰۶ء میں ریاست الور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔[39]

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ "قوت الاسلام" میں حاصل کی اور والد محترم سے صرف ونحو، اصول، منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولانا حکیم سیّد محمد نعیم مراد آبادیؒ کے مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں داخلہ لیا۔ اور درس نظامی کی آخری موقوف علیہ کتابیں پڑھیں۔[40]

خلافت

آپ اپنے والد ماجد اور استاذ محترم مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادیؒ کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرتؒ سے سند خلافت ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں حاصل کی اور کئی سال اعلیٰ حضرتؒ کے مدرسہ میں فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔[41]

خدمات

فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کی طبع میں سرپرستی فرمائی۔ رسالہ سوادِ اعظم کا پہلا شمارہ بھی مراد آباد سے آپ کی ادارت میں جاری ہوا۔ آپ ۱۹۲۳ء میں لاہور تشریف لائے اور یہاں اعلیٰ حضرتؒ کے مسلک حقہ کی ایک خلیفہ اور شاگرد کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ پہلے مسجد داتا گنج بخش اور پھر

وزیر خان اور پھر مدرسہ حزب الاحناف میں رہ کر ۵۰ سال تک لاہور اور دیگر پنجاب کے علاقوں میں خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ تحریک پاکستان تحریک ختم نبوت میں مرکزی کردار ادا کیا۔[42]

دارالعلوم حزب الاحناف میں بطور شیخ الحدیث

دارالعلوم حزب الاحناف کے رئیس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ علوم متداولہ میں مہارت تامہ آپ کو ابتداء ہی سے حاصل تھا اور اب آپ کی غزارت علمی کی دور دور شہرت ہوئی۔ دور دراز شہروں سے باذوق طلباء نے ہجوم در ہجوم آ کر آپ سے اخذ علوم کیا۔[43]

وفات

آپ کا وصال ۱۳۹۸ھ میں ہوا اور مزار مبارک حزب الاحناف مدرسہ کے احاطے میں واقع ہے۔[44]

تلامذہ

آپ کے مشہور تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا نور اللہ نعیمی اشرفی جامعہ فریدیہ بصیر پور، سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر، خطیب پاکستان مولانا غلام دین مرحوم، مولانا مہر الدین مولف تسہیل المبانی، مولانا محمود احمد رضوی (شارح بخاری)، مولانا عبد القیوم ناظم جامعہ نظامیہ لوہاری، صاحبزادہ محمد طیب الرحمٰن، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، مولانا غلام مہر علی، اور دیگر خادمان شامل ہیں۔[45]

اولاد امجاد

آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام علامہ سیّد محمود احمد رضوی، سیّد حبیب احمد رضوی اور مولانا سیّد مسعود احمد رضوی ہیں۔[46]

سیّد محمود احمد رضوی سیّد ابوالبرکات کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اُن کے سات بیٹے سیّد مختار اشرف رضوی، سیّد مصطفےٰ اشرف رضوی، سیّد نذر اشرف رضوی، سیّد مرتضیٰ اشرف رضوی، سیّد نعیم اشرف رضوی، سیّد فواد اشرف رضوی، سیّد ندیم اشرف رضوی اور تین بیٹیاں ہیں۔ سیّد حبیب احمد رضوی عمر میں سیّد محمود احمد رضوی سے چھوٹے تھے۔ اُن کے تین بیٹے سیّد ظفر احمد رضوی، سیّد برکات احمد رضوی، سیّد حسنات احمد رضوی اور دو بیٹیاں ہیں۔ جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے سیّد مسعود احمد رضوی کے دو بیٹے سیّد دیدار علی شاہ رضوی، سیّد نثار اشرف رضوی اور دو بیٹیاں ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۶۸؛ مسعودی، صوفی محمد عبد الستار طاہر، لاہور کے اولیاء نقشبندیہ مجددیہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۳

۲۔ مرتبہ: مجلس آئی ٹی، دعوت اسلامی، حالات زندگی سید محمد دیدار علی شاہ، ص ۱

۳۔ فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، مجالس علماء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ۲۰۰۷ء، ص ۶۸

۴۔ شرف قادری، مولانا عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۰؛ احمد رضوی، سید محمود ابوالبرکات، شعبہ تبلیغ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۱۷

۵۔ شرف قادری، مولانا عبدالحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت، نوری کتب خانہ لاہور، ص ۱۳۰

۶۔ احمد رضوی، سید محمود، اسلامی تقریبات، رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۴۱۲

۷۔ مجالس علماء، ص ۶۸

۸۔ شرف قادری، علامہ عبدالحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت، اویسی بک سٹال پبلشر، گوجرانوالہ، ص ۱۳۰

۹۔ کلیم، محمد دین، لاہور میں اولیائے نقشبندکی سرگرمیاں، مکتبہ تاریخ، لاہور، ص ۱۲۸

۱۰۔ اسلامی تقریبات، ص ۴۱۲

۱۱۔ لاہور میں اولیائے نقشبندکی سرگرمیاں، ص ۱۲۸

۱۲۔ مرتبین: قصوری، محمد صادق، پروفیسر مجید اللہ قادری، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص ۲۵۵

۱۳۔ تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور، ص ۲۶۹

۱۴۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۵۵

۱۵۔ امین الحسنات، سید محمد خلیل احمد القادری، دیدار علی شاہ کی سوانح حیات، شعبہ تبلیغ جامعہ حسنات العلوم نزد مسجد وزیر خاں، لاہور، ص ۴

۱۶۔ لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۰۵

۱۷۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۵۶

۱۸۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، امام احمد رضا اور علمائے لاہور، پروگریسو بکس، لاہور، ص ۷۹

۱۹۔ فاروقی، اقبال احمد، تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور، مکتبہ نبویہ لاہور، مئی ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۱

۲۰۔ لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۰۵

۲۱۔ لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۰۶؛ لاہور میں اولیائے نقشبندکی سرگرمیاں، ص ۱۲۸

۲۲۔ تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۱۳۲

۲۳۔ مرتب: سید نثار اشرف رضوی، سوانح حیات خاندان رضویہ برکاتیہ جامع مسجد دیدار علی، مدرسہ حزب

الاحناف، لاہور، ص۴
۲۴ـ محدث الوری، سید محمد دیدار علی شاہ، رسول الکلام مرکزی انجمن حزب الاحناف محلہ دہلی دروازہ لاہور، ص ۱۷۹
۲۵ـ محدث الوری، سید محمد دیدار علی شاہ، رحمت خداوندی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور، ص ۱
۲۶ـ احمد، ڈاکٹر مسعود، حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء
۲۷ـ گردیزی، صاحبزادہ سید شاہد حسین، عاشق رسول حضرت غازی علم دین شہید، دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، ص ۲۹
۲۸ـ مرتب: مجلس آئی ٹی (دعوت اسلامی)
۲۹ـ احمد رضوی، سید محمود، ماہنامہ رضوان لاہور شمارہ ۷۷، جلد:۵۹، جولائی ۲۰۰۷ء، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، ص ۲۹
۳۰ـ دیدار علی شاہ کی سوانح حیات، ص ۳۰
۳۱ـ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، مئی ۱۹۸۷ء
ص: ۳۱۶-۳۱۵
۳۲ـ سوانح حیات خاندان رضویہ کاتب، ص ۴۱
۳۳ـ تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۲۲
۳۴ـ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۱۵۸
۳۵ـ احمد رضوی، سید محمود، ماہنامہ رضوان لاہور، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، ماہ دسمبر ۲۰۰۷ء، شمارہ ۱۲، جلد ۵۹، ص ۱۸
۳۶ـ سوانح حیات خاندان رضویہ کاتب، ص ۴۲
۳۷ـ تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۱۸
۳۸ـ تذکرہ علمائے اہلسنت، ص ۷۳
۳۹ـ سعیدی، سردار محمد اکرم بٹر، زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے، ادارہ نوید سحر، لاہور، اگست ۲۰۱۶ء، ص ۱۳۶
۴۰ـ احمد رضوی، سید محمود، ماہنامہ رضوان لاہور، شمارہ ۱۰۰، جلد ۶۰، دارالعلوم حزب الاحناف، ص ۳
۴۱ـ امام احمد رضا اور علمائے لاہور، ص ۱۳۶
۴۲ـ امام احمد رضا اور علمائے لاہور، ص ۱۳۶
۴۳ـ تذکرہ علمائے اہلسنت، ص ۳۹
۴۴ـ امام احمد رضا اور علمائے لاہور، ص ۱۳۶
۴۵ـ تذکرہ علمائے اہلسنت، ص ۴۰
۴۶ـ اسلامی تقریبات، ص ۴۰

باب دوم

فقہ کا مفہوم، ادوار، فقہی مسالک کا ظہور اور برصغیر میں علم فقہ

فصل اوّل:

فقہ کا مفہوم

لغوی و اصطلاحی معنی

فقہ اور شریعت کا تعلق

فقہ کی ضرورت و اہمیت

فصلِ اوّل

فقہ کا مفہوم

فقہ کے لغوی معنی

۱۔ فقہ (ع) پایا، جاننا، اور سامِ علم احکام شریعت محمدی ﷺ [۱]

۲۔ فقہ [ع۔امث] سمجھ، واقفیت، دانائی، شریعت کے مسائل کا علم۔ [۲]

۳۔ فقہ: شرعی مسائل کا علم، علم دین، شرعی قانون۔ [۳]

۴۔ فقہ: علم و دانش، دین کی واقفیت اور معلومات، ذہانت و ہوشیار، کسی چیز کو سمجھنا۔ [۴]

۵۔ فقہ: پایا، جاننا، نام، علوم شریعت۔ [۵]

۶۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق: (افتی العالم اذا بین الحکم) [۶] "عالم نے فتویٰ دیا یا حکم بیان کیا۔"

۷۔ فیروز اللغات میں درج ہے:

"فتاویٰ، فتوے کی جمع، شریعت اسلامیہ کے حکم، مفتی دین کے فیصلے۔" [۷]

۸۔ لسان العرب میں ہے:

الفقه العلم باشئ والفهم له و غلب علی علم الدین لیسادته و شرفه و فضله علی سائر انواع العلم۔ یعنی کسی چیز کا علم اور اُس کا ادراک۔ [۸]

لفظ "فقہ" قرآن مجید میں:

قرآن مجید میں فقہ کا استعمال فہم کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ [۹]

"وہ کہنے لگا اے شعیب! بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو ہم نہیں سمجھتے۔"

﴿وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ﴾ [۱۰]

"اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔"

فقہ کا اصطلاحی معنی

الموسوعۃ الفقیہ میں ہے:

"یدخل الافتاء الاحکام الاعتقادیۃ من الایمان باللہ والیوم الآخر وسائر ارکان الایمان و یدخل الاحکام العمکیہ جمیعھا من العبادات والمعاملات و العقوبات والانکحۃ ویدخل الافتاء الاحکام التکلیفیہ کلھا و ھی الواجبات اولمحرمات والمندوبات والمکروھات والمباحات و یدخل الفتا فی الاحکام الوقعیہ کالا فتاء بصحۃ العبادۃ والتصرف اوبطلا نھما"[11]

"افتاء میں اعتقادیات، اللہ پر ایمان، قیامت پر ایمان اور تمام ارکان اسلام میں داخل ہیں۔اسی طرح تمام عملی عبادات، معاملات اور عقوبات داخل ہیں۔ افتاء میں تمام احکام تکلیفی، واجبات، محرمات، مندوبات، مکروہات، مباحات اور احکام وضعی جیسے عبادات کی صحت وبطلان کے احکام درج ہیں۔"

اردو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

"اصطلاح اسلام میں اُس شرعی رائے کو کہتے ہیں جو کوئی مفتی یا عالم دین دیتا ہے۔فتویٰ سابقہ نظائر کی روشنی میں دیا جاتا ہے۔ اِس میں مفتی کی ذاتی رائے کا زیادہ دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ مستند حوالے پیش کرتا ہے۔ ہر مذہب فقہ کے مفتی جداگانہ ہوتے ہیں۔فتویٰ کسی مسلمہ قانون کے بارے میں نہیں لیا جاتا بلکہ ایسی فروعات کے بارے میں لیا جاتا ہے جن کا حکم واضح نہ ہو۔"[12]

اصطلاحی مفہوم

المفتی، الفقیہ الذی یعطیہ الفتوی و یجیب عما القی علیہ من مسائل المتعلقہ با الشریعۃ۔[13]

"وہ دانا عالم کہ جب اُس کے سامنے شریعت سے متعلق مسائل پیش کیے جاتے ہیں تو اُن کے جواب دیتا ہے اور شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے۔"

فقہ کے معنی سمجھ بوجھ کے ہیں۔بحیثیت مسلمان ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کا بنیادی علم حاصل کرے اور اپنے دینی و دنیاوی مسائل سے آگاہ ہو۔مختلف مسائل جو دین سے تعلق رکھتے ہوں یا دنیا سے اُن مسائل کا حل قرآن وسنت سے استدلال کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔ جیسے اگر ایک انسان تاجر ہو تو اُسے تجارت کے بنیادی اصول اور حلال وحرام کا علم ہو اور بحیثیت انسان تمام لوگوں کو اپنے فرائض کا علم ہو۔

محدث الوری نے بھی اپنے زمانے میں درپیش اُن نت نئے جدید مسائل کا حل پیش کیا جن کے بارے میں لوگ تذبذب اور ذہنی پریشانی کا شکار تھے۔اِن مسائل کے حل میں جس فقہی بصیرت اور محققانہ شان کی جلوہ آرائی آپ کے فتووں میں نمایاں ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔جدید و قدیم مسائل کی تحقیقات پر مشتمل ضخیم فتاویٰ دیداریہ آپ کی فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

قرآن مجید میں فقہ اسلامی کے بنیادی اصول

قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تمام علوم سے آگاہ کیا ہے۔قرآن مجید انسانی رہنمائی اور اصلاح زندگی کے لیے اتارا گیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾[14]

"وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اُن کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اُن کے لیے ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔"

قرآن مجید نے فقہی احکام میں تین چیزوں کو اپنا بنیادی اصول قرار دیا ہے:

۱۔ عدم حرج
۲۔ قلت تکلیف
۳۔ تدریج[15]

عدم حرج

عربی زبان میں حرج کے معنی تنگی کے ہیں اور شریعت میں عدم حرج سے مراد تنگی کو دور کرنا

اور آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ قران کہتا ہے کہ:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [16]

"خدا کسی شخص کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اُس کی وسعت ہوتی ہے۔"

قلتِ تکلیف

قلتِ تکلیف عدم حرج کا لازمی نتیجہ ہے کیونکہ تکلیف کی کثرت میں مختلف قسم کی تنگیاں ہیں جو شخص قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا اُس کو اس کی صحت کا یقین نہایت آسانی کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ

۱۔ اُن کی تعداد کم ہے۔

۲۔ تھوڑی سی مدت میں اُن کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔

۳۔ اُن پر نہایت آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اُن میں کثرت سے تفصیل نہیں پائی جاتی کہ جو لوگ صرف قرآن مجید پر عمل کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے تنگیاں پیدا ہوں۔ [17]

تدریج

رسول ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں بہت ساری برائیاں عام تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے اِن برائیوں کو حکمت اور دانائی کے ذریعے بتدریج ختم کیا اور رفتہ رفتہ اپنے دین کو کمال کے درجہ تک پہنچایا۔ رسول ﷺ نے شراب اور جوئے کے متعلق بتدریج حکم صادر کیا۔

اگر چہ اس عمل میں برائی ہی برائی ہے لیکن اللہ نے اُن سے رکنے کا ایک وقت میں حکم صادر نہیں کیا بلکہ آہستہ آہستہ ان کی جڑوں سے اس کا خاتمہ کیا۔ اور پھر نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ [18]

"مسلمانوں نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھنا کہ تم جو کچھ کہتے ہو اُس کو جان سکو۔"

اِس کے بعد اللہ نے تصریح کے ساتھ ممانعت کا قطعی حکم دیا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [19]

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو اِن سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔"

احکام فقہیہ کے اِس تدریجی اصول سے ایک دوسرا اصول بھی پیدا ہوا ہے یعنی پہلے احکام اجمالاً مذکور ہوتے ہیں پھر اُن کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

فقہ اور شریعت کا تعلق

قرآن و سنت کی شکل میں نازل ہونے والے احکام شرعی احکام ہیں اور اِس میں انسانی رائے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ اِس کے برعکس فقہ اسلامی میں وہ مسائل شامل ہیں جو ہر دور میں پیش آتے ہیں۔ اور اِس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلے کیے جاتے ہیں۔ شریعت کا دائرہ کار عقیدے، اخلاق، عبادات اور معاملات سب شامل ہیں جبکہ فقہ کا تعلق عملی احکام یعنی عبادات اور معاملات سے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا دائرہ کار فقہ سے وسیع تر ہے۔ [20]

فقہ کی ضرورت و اہمیت

علم فقہ میں دینی و دنیاوی معاملات، اُمور مسائل شامل ہوتے ہیں اور فرائض کے بارے میں تو فقہی علم رکھنا فرض ہے۔ اور بعض اوقات علم فقہ حاصل کرنا فرض کفایہ ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن و حدیث کے علوم کو حاصل کرنا وغیرہ۔ اور بعض اوقات فقہ کے علم کو حاصل کرنا نفل بھی ہوتا ہے جیسے کہ نفلی عبادات۔

علم فقہ اور فقاہت

اُن تمام مسائل میں ادراک وفہم حاصل کرنا جو انسان پر فرض ہیں، نہایت ضروری ہے اِس لیے کوشش و محنت کر کے انہیں سیکھ لینا چاہیے اور یقیناً علم فقہ حاصل کرنے والا اللہ کی طرف سے خیر و برکت کا مستحق بھی ہے۔ [21]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ [22]

فقہ اسلامی کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے اور اِس میں مسلمانوں کا اختلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ فقہ اسلامی میں معاملات، عبادات وغیرہ کے معاملات اسلام کی روشنی میں حل کیے جاتے ہیں۔ فقہ ایک متحرک اور زندہ قانون ہے۔ فقہ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اِس میں جدید مسائل کو شریعت اسلامی کی رو سے حل کیا جاتا ہے۔

فقہ کے مصادر و ماخذ وہی ہیں جن کے بارے میں شریعت نے واضح طور پر یا اشارے کنائے سے کسی بھی طرح بتلایا ہے۔اور اِس میں اتنی وسعت اور لچک ہے کہ زندگی کے نت نئے مسائل کے مقابلے میں تمام ضروری احکام کو بیان کرے۔اِس طرح فقہ ایک قابلِ نمو اور زندہ قانون ہے۔[43]

تقویٰ کا حصول

ایک باطنی عمل "تقویٰ" کا قرآن حکیم نے اپنی دوسری ہی سورۃ میں اعلان کیا ہے کہ اِس کی تعلیم سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو تقویٰ والے ہیں:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[44]

"یہ کتاب تقویٰ والوں کو راہ دکھاتی ہے۔"

زندہ قانون

فقہ اسلامی ایک زندہ و جاوداں قانون ہے جو کہ زندگی کے ہر میدان میں ہمیں اسلامی اصولوں سے روشناس کروا رہا ہے۔حمورابی (Hammurabi) کا قانون دنیا کا قدیم ترین قانون کہلایا جاتا ہے۔رومن لاء جس پر اہلِ مغرب کو بڑا فخر ہے۔یہودی قوانین، ہندوؤں کا منو شاستر یہ سب قوانین اکثر و بیشتر صرف مردہ اور از کار رفتہ قوانین کی حیثیت رکھتے ہیں۔اِن میں سے بیشتر قوانین آج زندگی کی رمق کھو چکے ہیں۔فقہ اسلامی ایک منظم قانون ہے جس پر دنیا کے کروڑوں مسلمان موجود ہیں جو اسلامی قانون پر عمل پیرا ہیں۔[45]

آزاد قانون سازی

یہ قانون کسی فرد یا ادارے کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ قانون ہمیں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے حاصل ہوا ہے۔یہ قانون زندہ قانون ہے، اِس قانون کو کسی مردہ قانون سے ملانا ٹھیک نہیں ہے۔یہ قانون خصوصی آزادی اور حریت پر مشتمل ہے۔اِس قانون کے پابند تمام انسان یکساں ہیں کوئی امیر شخص اِس قانون سے دستبردار نہیں ہے۔کیونکہ اِس کے بنیادی اصول قرآن میں موجود ہیں۔یہ اِس قانون کی خصوصیت ہے کہ اِسے آزادیٔ قانون کہہ سکتے ہیں۔

جامع اور کامل قانون

فقہ اسلامی کی جامعیت یہ ہے کہ اُس میں انسانی ضروریات سے متعلق تمام احکام موجود

ہیں اور دوسرا کوئی نظام اِس قانون سے عاری ہے۔دنیا کا کوئی نظام اگر ایک پہلو کو اُجاگر کرتا ہے تو دوسرے میں خاموشی اختیار کرتا ہے لیکن اسلامی قانون ایک مکمل قانون ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔

اخلاق و امتیاز

آج کے دور میں اخلاق اور قانون ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔مغربی دنیا میں یہ قانون رائج ہے کہ ہر انسان کو خود کمانا چاہیے جس سے وہ ترقی کر سکے لیکن اِس قانون نے ترقی کرنے کے راستے نہیں بتائے اور ہر برا کام مثلاً چوری، ڈکیتی، شراب نوشی اِس میں جائز ہے۔مغربی قانون میں اخلاقی اقدار شامل ہیں لیکن اسلامی قانون انسان کو روزی کمانے کے وہ طریقے بتاتا ہے جو حلال ہوں اور اُس میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔

مساوات

فقہ اسلامی میں تمام انسانوں کے لیے حقوق یکساں ہیں اِس قانون میں کسی کو پیسے کی بنیاد پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔اور قانون کی نظر میں برابری اُس وقت ہو سکتی ہے جب تمام لوگ اُس قانون کے پابند ہوں۔اگر انسانوں پر الگ الگ معیارات کی بنیاد پر مختلف قانون لاگو کر دیئے جائیں تو اسلامی قانون سے مساوات کا عنصر ختم ہو جائے گا۔

فصل دوم:

فقہ اسلامی کے مختلف ادوار

عہد رسالت

عہد صحابہ کرامؓ

عہد تابعین

فصل دوم

فقہ اسلامی کے مختلف ادوار

عہد رسالت

عہد نبوی ﷺ میں احکام فقیہ کا دارومدار قرآن وسنت پر تھا۔ حضور اکرم ﷺ پر قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اور آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو اس کا معنی ومفہوم سمجھا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی غیر موجودگی میں اگر صحابہ کرامؓ کا کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو آپ ﷺ اس کا حل پیش فرماتے یا اللہ کی طرف سے وحی آجاتی۔ ہادیٔ عالم حضور اکرم ﷺ وحی الٰہی کے ذریعے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت نبی کریم ﷺ سے فتویٰ طلب کیا کرتی اور آپ ﷺ مسلمانوں کی عبادات اور معاملات میں مدد فرماتے۔

عہد رسالت میں اختلاف صحابہ

رسول ﷺ کے زمانے میں کوئی تفرقہ آمیز معاملہ اور کوئی مشکل یا پریشانی پیش آئے تو سب آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ہدایت پاتے اور اُن کے اختلافی اُمور میں آپ ﷺ راہِ حق کی وضاحت فرما دیتے۔ ہاں وہ صحابہ کرامؓ جو مدینہ سے دوری کی وجہ سے اپنے امور ومعاملات کے سلسلے میں براہِ راست آپ ﷺ سے استفادہ نہ کر سکتے تو بعد میں مدینہ طیبہ آ کر جب رسول ﷺ کے سامنے وہ اپنی مشکلات پیش کرتے تو آپ ﷺ اُس کی تصویب فرماتے۔[۴۶]

حضور اکرم ﷺ کی شرعی احکام میں رہنمائی

حضور اکرم ﷺ وحی الٰہی کے ذریعے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کی عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت وغیرہ میں شرعی احکام بیان فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[۴۷]

"پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے سوال کرو۔"

عہد صحابہ کرامؓ

فقہ کا ارتقاء حضور اکرم ﷺ کے دور سے ہی ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ کے زمانے میں اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہوتا اور صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ بھی ہوں تو اجتہاد کے ذریعے مسئلے کا حل معلوم کر لیتے تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی اہتمام تھا کہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کے جانشین بنے وہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ہدایت اور رہنمائی لوگوں تک پہنچائیں، وہ کس وجہ کے لوگ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ وہ اسی وجہ کے لوگ تھے جن کے کردار اور شخصیت کی جھلک ابھی دیکھی۔ [28]

حضور اکرم ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے درمیان اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں اُس کا حل معلوم کرتے لیکن اگر اُس مسئلے کا حل قرآن و حدیث میں نہ ملتا تو آپؓ اجتہاد کرتے۔ جن صحابہ کرامؓ نے دین کے احکام اور احادیث کی اشاعت میں مرکزی کردار ادا کیا اُن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور بعض دوسرے حضرات شامل ہیں۔ [29]

صحابہ کرام میں فقہی اختلاف

صحابہ کرامؓ نے اگر کسی حدیث یا سنت کو اپنے انداز میں سمجھا ہوتا تو اُس کے مطابق عمل کرتے یا اگر حضور اکرم ﷺ نے ایک بات کو ایک اسلوب کے ساتھ اور دوسرے مقام پر اسی بات کو دوسرے اسلوب سے بیان کیا ہوتا تو اُس پر صحابہ کرامؓ اپنے مطابق عمل کرتے، اِس بناء پر صحابہ کرامؓ میں بظاہر اختلاف نظر آتا۔

حضرت عمرؓ کے دور میں مہر کا معاملہ

سیدنا عمر فاروقؓ نے فیصلہ کیا کہ لوگوں میں زیادہ مہر ادا کرنے کی روش پیدا ہو گئی ہے۔ اُنہوں نے اِس رجحان کی حوصلہ شکنی کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں تقریر کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ میں نے طے کیا ہے کہ آج کے بعد مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی جائے اور اس سے زیادہ مہر مقرر کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہو۔ مسجد میں بہت سے صحابہ موجود تھے لیکن

کسی نے اِس سے اختلاف نہ کیا۔ کسی صحابہ کے ذہن میں اِس کے خلاف کوئی نقطہ نہیں آیا۔ بعد میں سیدنا عمر فاروقؓ نے دیکھا ایک بوڑھی خاتون آ رہی تھیں اُن کا نام غالباً حضرت خولہ تھا اُنہوں نے پوچھا کہ غالباً میں نے یہ بات سنی ہے کہ تم نے مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کی بات کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں میں نے کہا۔ خاتون نے کہا تمہیں کس نے حق دیا ہے؟ جہاں ڈھیر دینے کی گنجائش ہو تو تم ایک حد سے زیادہ مہر دینے پر کیسے پابندی لگا سکتے ہو؟ سیدنا عمر فاروقؓ نے تمام صحابہؓ کو دوبارہ جمع کیا اور فرمایا کہ عمر نے غلط کہا اور اس خاتون نے درست کہا۔ میں اپنا فیصلہ واپس لیتا ہوں۔ [30]

عہدِ تابعین

وہ اشخاص جنہوں نے صحابہ کرام کی صحبت اختیار کی ہے، اُن کی زیارت کی اور اُن سے علم حاصل کیا، تابعین کہلائے۔ تابعین نے صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کر کے اپنے اپنے علاقوں اور شہروں میں دین کی تبلیغ کی۔

اکابر مفتیان

چند اکابر تابعین کے نام یہ ہیں:

مدینہ منورہ میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ، مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، کوفہ میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، بصرہ میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، شام میں مکحول رحمۃ اللہ علیہ، یمن میں طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ [31] ان تمام تابعین سے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔

آدابِ اختلاف

تابعین کرام اختلاف میں ادب کے دائرے سے نہ نکلے اور نہ ہی اُنہوں نے حدود سے تجاوز کیا۔ فقہاء و قراء صحابہ کرام کے تربیت یافتہ اور اُن کے علم و فقہ کے حامل تابعین مثلاً سعید بن مسیب مدینہ منورہ، عطا بن ابی رباح مدینہ منورہ، یحییٰ بن ابی کثیر یمامہ، حسن بصری وغیرہ یہ بھی حضرات فقہ و افتاء اور اجتہاد کا کام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہی کیا کرتے تھے۔ جن سے اُنہوں نے علم و فقہ اور ادب و تربیت کا فیضان پایا اور جن کے مناہج استنباط سے وہ متاثر ہوئے۔ [32]

فصل سوم:

فصل سوم

فقہی مسالک کا ظہور

فقہی مسالک کا ظہور

صحابہ کرام اور کبائر تابعین کے بعد جو فقہی مسالک سامنے آئے۔اُن کی تعداد بعض کے نزدیک تیرہ ہے، سارے آئمہ مسلکِ اہلسنّت کے تھے جو آج بھی جمہور اُمت کا مسلک ہے۔

۱۔ امام ابو سعید حسن بن یسار بصری متوفی ۱۵۰ھ
۲۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۳۔ امام اوزاعی ابو عمر و عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد متوفی ۱۵۷ھ
۴۔ امام سفیان بن سعید بن مروق ثوری متوفی ۱۶۰ھ
۵۔ امام لیث بن سعید متوفی ۱۷۵ھ
۶۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ
۷۔ امام سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ
۸۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۹۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ [۴۳]

فقہ اسلامی کا ارتقاء

اسلام علمی و روحانی تہذیب کا عنوان ہے۔اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔حضور اکرم ﷺ کے دور میں قرآن و سنت ہی واحد ماخذ احکام تھی اور اجتہاد، اجماع، قیاس اور فقہ کی ضرورت نہیں تھی اور غلطی کی اصلاح کے لیے وحی نازل ہو جاتی تھی۔لیکن آپ ﷺ نے خود بھی اجتہاد کیا اور صحابہ کرام ؓ کو بھی اِس کی تلقین کی۔جیسا کہ معاذ بن جبل ؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد اجتہاد کا دائرہ وسیع ہوا اور صحابہ کرام ؓ نے مسائل کو اجتہاد کے ذریعے حل کیا۔

فقہ کی اشاعت

خلیفہ سوم حضرت عثمان ؓ کے عہد میں صحابہ کرام ؓ اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور دور دراز کے شہروں میں جا کر بس گئے جبکہ حضرت عمر ؓ انہیں مدینہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ حضرت عمر ؓ کی یہ خواہش تھی کہ صحابہ کرام ؓ مدینہ منورہ میں موجود رہیں تاکہ بوقت ضرورت اُن سے مشورہ لیا جا سکے۔ صحابہ کرام ؓ حجاز، یمن، عراق، شام کے جن علاقوں میں پہنچے۔ وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور احکام شریعت لے کر گئے اور ان تمام شہروں میں تابعین نے آپ سے فیض حاصل کیا۔[34]

فقہی مسالک

فقہ کی ابتداء حضور اکرم ﷺ کے زمانے سے ہو چکی تھی اور صحابہ کرام ؓ اور پھر تابعین اور تبع تابعین اور اُن کے بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ مختلف ادوار میں فقہی مسالک نے جنم لیا۔ دوسری صدی ہجری کے اوائل سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے نصف تک کے عرصے میں فقہ کو عظیم وسعت حاصل ہوئی اور اس نے ایک بے مثال ترقی کی۔ اس وسیع دور میں مختلف مسالک فقہ کے اجتہادات وجود میں آئے جن میں چار مشہور مسالک فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وجود میں آئے۔[35]

فقہ حنفی کا ارتقاء

امام اعظم ابو حنیفہ کا نام نعمان بن ثابت ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے، نسلاً فارسی تھے۔ سن ولادت ۸۰ھ اور سنہ وفات ۱۵۰ھ ہے۔ بغداد میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔[36]

ابتدائی حالات

امام صاحب کی ولادت عبدالملک بن مروان کے عہد اقتدار میں ہوئی۔ امام صاحب نے بچپن ہی میں قرآن حفظ کر لیا اور قراء سبعہ میں سے ایک بڑے قاری امام عاصم کوفی سے تحصیل قرآت بھی مکمل کر لی۔ امام صاحب کے عہد طفولیت میں متعدد صحابہ کرام کے علاوہ تابعین عظام کی بھی کثیر تعداد موجود تھی۔ سیوطی کے مطابق امام صاحب نے ۷ اصحاب رسول سے ملاقات کی تھی۔[37]

علمی تعلیمی سرگرمیاں

تجارتی معاملات کے ساتھ امام صاحب نے اپنی علمی و تعلیمی سرگرمیوں کو برابر جاری رکھا۔ اختصاص قرآت بھی انہیں حاصل تھی، صحابہ و تابعین کی صحبت بھی اختیار کی۔ علوم قرآن و

حدیث سے بھی رغبت تھی۔ آپ نے علمی لحاظ سے بہت مقام حاصل کیا۔ امام ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے استحسان کے اصول کی بنیاد رکھی۔ آپ کو اہل رائے کا مجتہد اور امام مانا گیا ہے۔[38]

فقہ اور اجتہاد کی راہ:

امام صاحب فقہی مسائل کا حل بہت سوچ سمجھ کر اور مضبوط دلائل کے ساتھ کرتے۔ آپ غیر نافع علم کے حصول کے لیے میلان نہیں رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط کے قائل تھے۔[39]

امام اعظم کے تلامذہ

۱۔ امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ)
۲۔ امام محمد بن حسن (متوفی ۱۸۹ھ)
۳۔ امام زفر بن ہذیل (متوفی ۱۵۸ھ)
۴۔ امام حسن بن زیاد (متوفی ۲۰۴ھ)
۵۔ داؤد الطائی (۱۶۵ھ)
۶۔ عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ)[40]

اہم تالیفات

امام صاحب کی کتب بے شمار ہیں جن سے لوگوں کو حد درجہ فائدہ ہوا ہے۔ مطبوعہ کتابوں میں سے قابل ذکر یہ ہیں۔ پوری فقہ کی بنیاد ان چھ کتابوں پر ہے: جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر۔[41]

فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت اور مقبولیت

فقہ حنفی کو اللہ نے جس قبولیت عامہ سے نوازا ہے، اُس سے ہر خاص و عام بخوبی واقف ہے۔ دنیا بھر کے سنی مسلمانوں کا دو تہائی حصہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے اجتہادات کے مطابق عبادات کی ادائیگی کرتا آرہا ہے۔ فقہ حنفی کے اس قبول عام کی کچھ خاص وجوہ رہی ہیں، لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ اس کے اسباب پر گہرائی سے غور و فکر کرنے کے بجائے محض یہ کہہ کر اس حقیقت کو گد لانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حکومت عباسیہ کی سرپرستی اور اثر و نفوذ کے سبب فقہ حنفی کو فروغ حاصل ہوا، جبکہ یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے لیکن مکمل اور سب سے بڑی وجہ نہیں۔

دورِ حاضر میں بعض لوگ جب فقہ حنفی کی خداداد مقبولیت کا انکار نہ کر سکے تو انہوں نے بطور تحقیر بعض نامکمل حوالے پیش کر کے یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ فقہ حنفی کو مسلمانوں کے درمیان اتنی بڑی پذیرائی ملنا محض حکومت و سلطنت کے نظرِ کرم کی وجہ سے تھا۔ حالانکہ اِس کا خداداد مقبولیت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنفی سے جس طرح اسلامی ممالک اور بلاد و امصار معمور رہے، اُسے صرف اللہ کی مرضی اور منشاء سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ کسی کے اجتہاد کو اتنی ہر دلعزیزی اور مقبولیت نصیب ہو اور عالمِ اسلام کا بیشتر علاقہ فقہ حنفی کو اپنائے۔ جبکہ یہ تمام علاقے ثقافت اور کلچر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوں مگر اس کے باوجود فقہ حنفی کا علم ہر جگہ نور افشاں ہے، تو یہ صرف مشیتِ الٰہی اور رضائے خداوندی ہی ہے۔

فقہ حنفی عالمِ اسلام میں طویل عرصہ تک بطور پبلک لاء نافذ رہی ہے۔ یہ عباسی خلافت اور عثمانی خلافت کے علاوہ جنوبی ایشیاء میں مغل حکومت کا بھی مدتوں قانون و دستور رہی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو اللہ ربّ العزت نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ اُن کی علمی و فقہی کاوشوں کو اُمتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ مقبولیت اور قبولیت حاصل ہوئی اور صدیوں تک کئی حکومتوں کا قانون و دستور رہنے کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں میں بھی اِس کے پیروکاروں کی اکثریت رہی ہے۔ جو آج بھی اپنا تسلسل قائم رکھے ہوئے ہے اور اُمت کی سب سے بڑی اکثریت فقہی مسائل و احکام میں فقہ حنفی پر عمل کو ترجیح دیتی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام فقہ میں بہت بلند ہے۔ اکثر محدثین عظام، فقہاء کرام اور جمہور اُمت اُن کے فقہی کمال پر متفق اور اُن کی اِس خوبی اور کمال میں اُن کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "من اراد الفقه فهو عيال على ابى حنيفة" "یعنی" فقہ کے حصول کا خواہش مند امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خوشہ چین ہے۔" [42] مزید فرماتے ہیں "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول فقہ میں مسلم ہے۔" [43]

امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "وہ (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) ایسے باکمال شخص تھے اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو قوت دلیل سے اس کو ثابت کر سکتے ہیں۔" [44]

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اُمت کی سب سے بڑی اکثریت نے جس طرح امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و دیانت پر اعتماد کر کے اُن کی خوشہ چینی کی ہے وہ حضرات صحابہ کرام ﷺ اور تابعین رحمہم اللہ کے بعد اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ علم و عرفان اور حدیث و فقہ کی کئی نامور شخصیات کے ہوتے ہوئے جس طرح تشنگی علم بجھانے کے لئے پروانے اُن کے اور اُن کی فقہ کے گرد جمع ہوئے وہ اُنہی کا خاصا ہے۔ آج دنیا میں تقریباً ۵۰ کروڑ حنفی العقیدہ مسلمان پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، افغانستان اور وسط ایشیائی مسلم ریاستوں سمیت دنیا بھر میں موجود ہیں۔

فقہ مالکی کا ارتقاء

امام مالک بن انس کا اسم گرامی مالک بن انس الاصبحی ہے۔ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس دوران سوائے حج کے سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ آپ کے آباؤ اجداد یمن سے آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ [45] امام مالک "امام مالک" اور "شیخ الاسلام" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اہلسنت کی نظر میں آپ فقہ کے معتدترین علماء میں سے ایک ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ مدینہ میں طلب حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور فتوے یاد کیے اِن دونوں باتوں کی اُن میں استعداد تھی۔ یہ نوخیز اس کے عطیوں سے پرورش پا رہے تھے اور گھر کی شاداب زندگی سے تازگی علم حاصل کر رہے تھے۔ اس مدینہ کے شاداب سایہ کے نیچے پھلے پھولے اور مقاصد سے مالا مال ہوئے۔ [46]

امام صاحب پہلے تو مسجد میں درس دیتے تھے پھر اپنے گھر پر درس دینے لگے اور گھر پر درس دینے کی وجہ ان کی بیماری تھی جسے وہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اِس لیے وہ معذرت بیان کرنے پر قادر نہ تھے۔ [47]

امام مالک دیانتدار اصول کے پکے اور مروت کرنے والے تھے۔ جو کوئی بھی انہیں تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا وہ اُسے لوگوں میں بانٹ دیتے۔ حق کی حمایت میں قید و بند اور کوڑے کھانے سے بھی

دریغ نہ کیا۔ مسئلہ خلق قرآن میں مامون الرشید اور اس کے جانشین نے آپ پر بے پناہ تشدد کیا لیکن آپ نے اپنی رائے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔

امام مالک کو امام ابو حنیفہ اور امام جعفر صادق سے بھی علم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیث لکھیں۔ سترہ برس کی عمر درس حدیث شروع کیا۔ جب حدیث پڑھانے بیٹھتے، پہلے غسل کرتے، نئے کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے اور بڑے خشوع خضوع اور وقار سے بیٹھتے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ "رحم کرے اللہ جل جلالہ مالک پر خوب جانچتے تھے، راویوں کو اور نہیں روایت کرتے تھے مگر ثقہ سے۔" عبدالرحمن بن مہدی نے کہا کہ "امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتا ہوں میں صحت حدیث میں اور مالک امام ہیں حدیث اور سنت میں اور کافی ہے امام مالک کی فضیلت کے واسطے یہ امر کہ امام شافعی اُن کے شاگرد ہیں اور امام احمد اُن کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔"

امام صاحب کے شاگرد

امام مالک ساری عمر مدینہ میں قیام پذیر رہے اور کہیں نہیں گئے۔ یہاں تک جب خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو بغداد بلایا تو بھی آپ نے حضور اکرم ﷺ کے پڑوس میں رہنے کو بغداد جانے پر ترجیح دی۔ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ ہونے اور ساری عمر وہیں رہنے کا باہر سے آنے والوں پر بڑا اثر پڑا چنانچہ علم کی تشنگی بجھانے کے لیے دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں مثلاً مصر، شام، شمالی افریقہ اور اندلس سے لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔

امام شافعی نو برس تک امام مالک کے شاگرد رہے فرماتے ہیں "علماء میں مالک ایک دمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں۔" آپ کے چند مشہور شاگرد درج ذیل ہیں:

۱۔ عبداللہ بن وہب جو بیس سال تک آپ کی شاگردی میں رہے۔
۲۔ عبدالرحمن بن القاسم المصری، امام مالک کے مسلک کی تدوین میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔
۳۔ اشہب بن عبدالعزیز القیسی، آپ مصر میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔
۴۔ ابوالحسن قرطبی، امام مالک سے موطا سنی اور اندلس میں اُس کی اشاعت کی، ۱۹۳ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۔ اسد بن فرات، آپ کا تعلق تیونس سے تھا۔ صقلیہ میں برسرپیکار لشکر اسلام کے سالار کے طور پر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ [۴۸]

فقہ مالکی کے اہم متون

فقہ مالکی میں بہت سارے متن لکھے گئے ہیں ان میں مشہور "مختصر الخلیل" ہے۔ علامہ خلیل ایک نامور فقیہ تھے، یہ اُن کی کتاب ہے۔ کتاب "التلقین فی الفقہ المالکی" ایک اہم کتاب ہے۔ یہ قاضی ابو محمد عبدالوہاب بغدادی نے لکھی ہے وہ بغداد کے رہنے والے تھے اور پانچویں صدی عیسوی میں فقہائے مالکیہ کے سردار کہلائے۔ فقہ مالکی کا ایک اور متن الکافی فی فقہ اہل المدینہ المالکی، یہ کتاب علامہ ابن عبدالبر نے لکھی ہے۔ جو اپنے زمانہ میں حافظ اہل المغرب کہلائے۔ [۴۹]

مالکی فقہ کی تدوین

امام مالک کی فقہ دو طرح منقول ہے ایک یہ کہ آپ نے خود کتابیں تحریر فرمائیں اُن میں موطا سب سے اہم ہے، دوسری شاگردوں کے ذریعے۔

الموطا

یہ امام مالک کی سب سے مشہور کتاب ہے۔ اس میں آپ نے حضور اکرم ﷺ کی متصل احادیث، فتاویٰ، صحابہ کے فیصلے، اقوال صحابہ اور بعض مسائل کے بارے میں اپنی آراء جمع کی ہیں۔ آپ نے ۶۰ سال تک اس کتاب کی تنقیح فرمائی۔ ابو جعفر منصور اور ہارون الرشید نے اس کتاب کو پوری اُمت پر لازم کرنے کا ارادہ کیا مگر امام صاحب نے منع کر دیا۔ [۵۰]

المدونہ

المدونہ کی تدوین کی بنیاد اس طرح پڑی کہ اسد بن الفرات نے امام مالک سے موطا سنی، بعد ازاں عراق کا سفر کیا اُن کی ملاقات امام اعظم کے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد سے ہوئی۔ [۵۱]

مالکی مذہب کی اشاعت

فقہ مالکی کا زیادہ رواج مغربی افریقہ اور اندلس میں ہوا۔ مالکی مذہب حجاز، بصرہ اور مصر میں غالب رہا۔ افریقہ، اندلس اور مغرب اقصیٰ سے سوڈان کے شہروں تک اس کے احکام جاری تھے۔ بغداد میں اس کا بہت ظہور ہوا مگر ۲۰۰ھ کے بعد بغداد میں ۵۰۰ھ کے بعد بصرہ میں کمزور

ہو گیا۔ مدینہ میں گمنامی میں آ گیا تھا یہاں تک کہ ۷۹۳ھ میں ابن فرحون وہاں کے قاضی ہوئے تو انہوں نے گمنامی کے بعد اِسے پھر مشہور کر دیا۔

فقہ شافعی کا ارتقاء

فقہ کے تیسرے عظیم امام شافعی ہیں۔ امام شافعی کی فقہ مکمل طور پر فقہ اسلامی کی آئینہ گری کرتی ہے۔ آپ نے قیاس کے اصولوں کو قائم کیا۔ آپ نے فہم کتاب وسنت کے طریقوں کو واضح کیا جو شخص امام شافعی کی فقہ کا مطالعہ کرتا ہے۔ دراصل وہ فقہ اہل حجاز کا مطالعہ کرتا ہے۔ امام صاحب نے فقہ کے اصول عامہ وضع کیے۔ انہیں "ناصر الحدیث" اور "مجدد القرن الثالث" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فقہ شافعی کی نسبت امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع الشافعی المطلبی سے ہے۔ جن کی ولادت ۱۵۰ھ میں صوبہ عسقلان کے ایک مقام غزہ میں ہوئی۔ [52]

تعلیم و تربیت

ایسی عظیم شخصیات جو دین کا چراغ حق ہیں بچپن ہی سے اللہ نے اُن کو ذکاوت و ذہانت کا علیہ دیا ہوتا ہے۔ امام شافعی کی ذہانت بھی بہت اعلیٰ تھی۔ بچپن میں ہی آپ نے قرآن حفظ کر لیا اور حدیث، فن تاریخ، علم طب، علم ہیئت نجوم، علم فراست اور علم فقہ حاصل کر لیا۔

> "کوئی حدیث سنی اور از بر ہو گئی پھر کبھی اُسے کپڑے پر لکھ لیتے کبھی کھال پر، کبھی کوئی بیاض کر لیتے اور اُس کے اوراق پر جو کچھ یاد کرتے قلمبند کر لیتے۔" [53]

امام شافعی نے مکہ مکرمہ میں مسلمی زنجی سے فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور بیس سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں امام مالک بن انس کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ وہ محمد ابن حسن اور عبد اللہ ابن عباس کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔

فتویٰ نویسی

علمائے مدینہ اور امام مالک ۱۲۔۱۵ سال کی عمر میں آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے چکے تھے۔ آپ بڑے بڑے اُلجھے ہوئے معاملات اور مسئلے آن واحد میں سلجھا دیتے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۹۵ھ تک مفتی رہے پھر بغداد تشریف لے آئے۔ [54]

امام شافعی کی فقہ جدید

امام شافعی کی حیثیت فقہ جدید کی وجہ سے نمایاں ہوتی گئی۔ آپ کی فقہ نہ صرف اہل مدینہ بلکہ شام، عراق اور اردگرد کے علاقوں میں پھیلی ہوتی تھی۔

> "وقت کے علماء میں سے جو بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اُن سے علم کی معرفت حاصل کرتا وہ یہ محسوس کیے بغیر نہ رہتا کہ یہ ایک ایسا عالم ہے جو یکتہ اور بے تحاشا ہے۔" [55]

شافعی فقہ اہل رائے اہل نقل وحدیث کے درمیان رابطہ برقرار کرتا ہے۔ یہ دراصل مکہ کے مکتب قرآن، مدینہ کے مکتب حدیث اور عراق کے مکتب اہل رائے کے درمیان توازن پیدا کرنے والا مذہب ہے۔ امام شافعی استخراج احکام کے لیے سب سے پہلے قرآن سے مدد لیتے ہیں اُس کے بعد حدیث کو نہایت اہمیت دیتے ہیں اور راوی حدیث کے لیے تمام شرائط جیسے صدق، ایمان، دیانت و حافظہ وغیرہ کو ضروری جانتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے بعد فقہی مسائل میں اجماع مسلمین کو اہمیت دیتے ہیں البتہ اجماع کے لیے بھی بعض شرائط کے قائل ہیں۔

امام شافعی کے تلامذہ

دور دراز سے لوگ عام علم حاصل کرنے آتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد متعین نہیں کی جا سکتی لیکن اُن میں بعض تلامذہ یہ ہیں: امام حمیدی استاد امام بخاری، سلیمان بن داؤد، ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ، ابو ثور ابراہیم بن خالد، یونس بن عبد الاعلیٰ، ربیع بن سلیمان، امام احمد بن حنبل۔ [56]

تصانیف

امام صاحب فصاحت و بلاغت سے تقریر فرماتے تھے۔ امام صاحب اپنی تصانیف میں آسان زبان استعمال فرماتے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں: رسالۂ قدیم، رسالۂ جدید، اختلاف الحدیث، جماع العلم، احکام القرآن، اختلاف مالک والشافعی، اختلاف عراقین، فضائل قریش، تارک نماز کا حکم، حج کے احکام، کتاب الاشربہ، کتاب الاقضیہ، کتاب الایمان والنذور، کتاب الحق، کتاب الشروط۔

امام صاحب نے صحیح احادیث و آثار کے علم کے بعد اپنے قول قدیم سے رجوع فرما کر پھر فقہ جدید کو مرتب فرمایا ہے۔ [57] آپ نے "رسائل شافعی" نامی کتاب لکھی جس میں جدید کتب

کے اصول بیان کیے۔آپ کی چار ہزار صفحات پر مشتمل کتاب ''الام'' اسی جدید مکتب کے نظریات پر حاوی ہے۔

فقہ شافعی کی ترویج واشاعت کے متعلق قاضی اطہر مبارکپوری نے لکھا:

''فقہ شافعی کی ابتداء مصر سے ہوئی، اس کے بعد حجاز وعراق میں اس کو فروغ ہوا، تیسری صدی ہجری میں بغداد، خراسان، توران، شام، یمن، ماوراء النہر، فارس، ہندوستان، افریقہ اور اندلس تک پہنچ گیا۔ موجودہ دور میں مصر اور فلسطین میں شافعیت کا غلبہ ہے، شام میں بھی شوافع کی خاصی تعداد ہے، اسی طرح کردستان، آرمینیہ پر شوافع کا اثر ورسوخ ہے، فارس کے اہلسنت میں اہل شوافع زیادہ ہیں، ترکستان اور افغانستان میں بھی شوافع کی کچھ تعداد ہے، ہندوستان میں قدیم زمانے میں شوافع زیادہ تھے، سندھ میں ان کی اکثریت تھی، فی الحال ممبئی، کوکن، بھٹکل، کیرلا کی کل تعداد یا اکثریت شوافع کی ہے، اسی طرح تمل ناڈو اور کرناٹک کے بہت سے علاقوں میں شوافع کی خاصی آبادی ہے، حیدرآباد، بارکس میں شوافع کی بڑی تعداد آباد ہے جو نسلاً عرب ہیں، اسی طرح اکولہ، عمرہ باد اور کشمیر وغیرہ میں کچھ قبائل آباد ہیں، جزیرہ مالدیپ کی کل آبادی شافعی المسلک ہیں، سری لنکا، جاوا، ساٹرا، جزائر شرق الہند اور جزائر فلپائن میں شوافع زیادہ ہیں، نیز انڈونیشیا، اور ملایشیا میں کل اور تھائی لینڈ میں بڑی تعداد شوافع کی ہے، حجاز میں شوافع بکثرت آباد ہیں، اہل عسیر، عدن، یمن اور حضرموت میں اہل سنت شافعی ہیں، عمان اور قطر وبحرین میں بھی بہت سے لوگ اصلاً شوافع المسلک ہیں۔''[58]

وفات

امام شافعی نے ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔[59] انہیں قاہرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

فقہ حنبلی کا ارتقاء

امام احمد بن حنبل اپنے دور کے ایک عظیم محدث اور فقیہ تھے۔آپ کا نام گرامی ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد تھا ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔[60]

امام صاحب کی تربیت

آپ کی نشو ونما بغداد میں ہوئی یہیں انہوں نے تربیت کے مدارج طے کیے۔اُس وقت بغداد ہر اعتبار سے فرد اور یگانہ تھا۔اُس وقت کا بغداد معارف اور فنون کا مرکز تھا۔وہاں قاری اور محدث تھے۔حضرت امام کا خاندان انہیں بچپن ہی سے جامع علوم وفنون بنانے پر تلا ہوا تھا۔اُن کی خواہش تھی کہ وہ ایسے شخص بن جائیں جو علوم ومعارف متنوعہ کا گنجینہ ہو۔لوگ اُس کی طرف بڑھیں چنانچہ قرآن کریم اور تحصیل علم لغت سے فارغ ہو کر احمد نے تحریر وکتابت کے فن کی طرف توجہ کی۔[61]

حصول علم

آپ حصول علم کی خاطر مکہ، مدینہ، شام، یمن اور دیگر کئی علاقوں کا سفر کیا۔جب امام شافعی بغداد تشریف لائے تو اُن سے کسب فیض کیا مگر بعد ازاں خود الگ مسلک کے بانی ہو گئے۔ آپ علم حدیث میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے اور انہیں صحیح اور ضعیف روایات کا پورا پورا علم تھا۔آپ کی مشہور کتاب ''مسند الامام احمد بن حنبل'' چالیس ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

ایک جانب امام احمد حدیث کے بحر بیکراں تھے تو دوسری جانب فقہ کا بھی نہایت دقیق علم رکھتے تھے۔اِسی وجہ سے امام شافعی مصر روانہ ہوئے تو فرمایا کہ ''بغداد میں احمد بن حنبل سے زیادہ اچھا، بڑا عالم اور بڑا فقیہ کوئی نہیں۔''[62]

تحریر وتدوین احادیث

امام صاحب نے رسول ﷺ کی جو حدیثیں سنی تھیں یا اصحاب رسول کے جو آثار اُن کے علم میں تھے۔اُن کا اصول یہ تھا کہ وہ صرف حافظہ پر بھروسہ نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کی تحریر وتدوین کو لابد اور لازمی خیال کرتے تھے۔چنانچہ انہیں تمام حدیثیں اسناد وطرائق کے ساتھ ازبر تھیں۔[63]

حنبلی مذہب کا آغاز

محمد عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں کہ ''فشاع مذهب احمد فی نواحی بغداد شیوعه دون شیوع باقی المذاهب فی البلاد''[64]

''اِس کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا اور پھر وہیں سے یہ دیگر علاقوں میں پھیلا۔ لیکن بقیہ تین مذاہب کے مقابلہ میں اِس کو یہ فروغ حاصل ہو سکا۔''

ابن فرحون مالکی لکھتے ہیں کہ واما مذهب احمد بن حنبل فظهر ببغداد

ثم انتشر بکثیر من بلاد الشام و غیرھا، وضعف الان۔[65]

"امام احمد بن حنبل کے مذہب کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا پھر یہ شام کے بہت سے شہروں میں پھیلا لیکن اب (یعنی آٹھویں صدی ہجری) میں یہ کمزور پڑ گیا۔"

فقہ حنبلی کے اصول

۱۔ قرآن وسنت کی واضح تصریح، اگر کوئی تصریح موجود ہو تو اس کے برعکس کسی بھی رائے کو نہیں دیکھا جا سکتا خواہ کہنے والا کوئی بھی ہو۔

۲۔ صحابی کا ایسا فتویٰ جس کے مخالف کوئی قول نہ ہو۔ امام احمد اس کو لیتے تھے مگر اسے اجماع نہیں کہتے تھے۔

۳۔ اگر صحابہ کے اقوال میں اختلاف ہو جائے تو ان میں سے قرآن وسنت کے قریب تر قول لیتے تھے۔

۴۔ قیاس ان کے ہاں آخری اصول ہے اور اس وقت استعمال کرتے تھے جب قرآن و سنت کی کوئی نص کی صحابی کا فتویٰ یا کوئی ضعیف یا مرسل حدیث بھی دستیاب نہ ہو۔

امام صاحب وسیع علم رکھنے کے باوجود کوئی روایت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے معذرت کر لیتے تھے لیکن اس کا فرضی جواب دینا پسند نہیں کرتے تھے۔

حنبلی مسلک کی تدوین واشاعت

امام صاحب نے اپنے فتاویٰ کو شائع نہیں کیا بلکہ آپ کی ساری توجہ سنت کو جمع کرنے اور اسے مدون کرنے میں گزری۔ بعد ازاں احمد بن محمد بن ہارون ابو بکر الخلال نے اس جانب توجہ دی اور امام احمد بن حنبل سے مروی مسائل کو جمع کر کے "الجامع" نامی کتاب لکھی۔

عموماً محمد بن الوہاب نجدی کو بھی حنبلی مسلک سے منسوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عبدالکریم زیدان نے لکھا کہ:

> "محمد بن عبدالوھاب نجدی ۱۱۱۵ھ کو پیدا ہوئے جو وہابی تحریک کے بانی تھے اس تحریک میں کامیابی کے سبب حنبلی مذہب اولاً نجد اور بعد میں مملکت سعودی عرب کا سرکاری مذہب قرار پایا۔"[66]

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب فروعات میں امام احمد بن حنبل کا مقلد مگر ابن

تیمیہ اور ابن قیم سے متاثر تھا۔ اس کے اساتذہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکروی الشافعی اور شیخ محمد حیاۃ السندی الحنفی اس میں الحاد وضلالت وگمراہی کی علامات پاتے تھے اور فرماتے تھے کہ عنقریب یہ گمراہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بعد میں آنے والوں کو بھی گمراہ کرے گا۔

جبکہ اس کے والد ماجد بھی اس میں الحاد کی علامات پاتے تھے اور اکثر اس کی برائی کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے تھے۔ اسی طرح اس کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوھاب بھی اس کی ایجاد کردہ بدعات وضلال اور عقائد باطلہ کا انکار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس کے رد میں ایک کتاب "الصواعق الالھیہ فی رد الوھابیہ" لکھی۔[67]

اسی طرح تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

> "وہابیت کی داغ بیل محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ڈالی ۱۱۴۳ھ میں اس نے علمائے مدینہ سے مناظرہ کیا جس میں اسے شکست فاش ہوئی جب مدینہ سے ناکام ہوا تو نجد کے بدوؤں میں اس نے اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔ ابن مسعود نامی ایک حاکم اس کے خیالات سے متفق ہو گیا ان دونوں نے مل کر بیس ہزار کا ایک لشکر تیار کیا اپنا پایہ تخت درعیہ نامی جگہ کو قرار دیا۔ ۱۲۱۸ھ میں اس لشکر نے مکہ مدینہ پر چڑھائی کر دی مسلمانوں کو بے دریغ شہید کر دیا مسجد نبوی کے خزانوں کو لوٹ لیا۔ محمد علی پاشا خدیو مصر کے حکم سے طوسون مصری نے ان سے جنگ کی ۱۲۲۷ھ میں ان سے فتح پائی اور مدینہ کو وہابیوں سے پاک کر دیا۔ ادھر محمد علی پاشا کے دوسرے بیٹے ابراہیم نے ۱۲۳۳ھ میں درعیہ وہابیوں کے پایۂ تخت کو فتح کر لیا مگر خفیہ طور پر وہابیت کی تبلیغ جاری رہی اور اس عقیدے کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں۔"[68]

فقہ حنبلی کے ماننے والوں کی تعداد فقہ حنفی، مالکی اور شافعی کے مقابلے میں کم رہی۔ اس وقت بھی دنیا میں فقہ حنبلی کے مقلدین کی تعداد سب سے کم ہے۔ حنبلی فقہ عراق، قطر، شام اور سعودی عرب کے کچھ علاقوں میں رائج ہے۔

فصل چہارم:

برصغیر میں علمِ فقہ
برصغیر میں کتبِ فقہ کی تاریخ
امام شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی خدمات
امام احمد رضا بریلویؒ کی خدمات

فصل چہارم

برصغیر میں علم فقہ

برصغیر میں علم فقہ

حلقۂ اسلام کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی وسیع ہوتا گیا اور یہ کسی ایک علاقے تک محدود نہ رہا بلکہ یہ دور دراز علاقوں یہاں تک کہ برصغیر میں پھیل گیا۔ اِس کے ساتھ ہی فقہا کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ لیکن برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی بہت سے ایسے نظریات وجود میں آئے جن کا پہلے ہندوستان کی تاریخ میں کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔

اِن جدید نظریات کے برعکس چودھویں صدی عیسوی میں سختی کے ساتھ قدیمی اسلامی بنیاد پر قائم رہنے والے فقہاء میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبدالحق بن فضل حق خیرآبادی، امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی، مفتی مظہر اللہ دہلوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی اعظمی اور سید دیدار علی شاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خاص طور سے مولانا احمد رضا بریلوی کی قدیم حنفی روش کے حوالے سے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ:

> "ایک ہم نام بستی بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے مولوی احمد رضا خان نام، انہوں نے کوئی پچاس کے قریب کتابیں مختلف نزاعی اور علمی مباحث پر لکھیں اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"[۹۰]

برصغیر میں کتب فقہ کی تاریخ

خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گزشتہ صدی کے اوائل تک اکثر وبیشتر اسلامی ممالک میں فقہ حنفی قانونی شکل میں رائج تھی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد فتویٰ نویسی یا افتاء کا کام مدارس دینیہ کی جانب منتقل ہوگیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اسلام کے تحفظ اور افتاء کے کام کو علمائے حق نے سنبھالا اور اس منصب کا حق ادا کیا۔

کتب فتاویٰ کی تاریخ

بعض فقہائے اُمت نے کتب فقہ مرتب کیں تو بعض نے کتب فتاویٰ کو مرتب کیا، خالص فتاویٰ کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ سے شروع ہوئی۔ بارہویں صدی ہجری سے قبل اور اس کے بعد کی کتب فتاویٰ درج ذیل ہیں:

فتاویٰ ابی بکر، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ تاتار خانیہ، فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ نظامیہ، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ بریلی، فتاویٰ حزب الاحناف، فتاویٰ دیداریہ۔ [illegible]

برصغیر میں کثیر تعداد میں فقہاء نے فقہی خدمات انجام دیں۔ اِن میں سے چند مشہور فقہاء کا ذکر یہاں کیا گیا ہے:

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمات

ہندوستان کے نامور علماء وفقہا میں شاہ ولی اللہ بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر علمی انسان جو کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو وہ شاہ ولی اللہ کے کارناموں سے ضرور واقف ہوگا۔

پیدائش:

شیخ الاسلام قطب الدین ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی کی پیدائش ۱۱۱۴ھ یوم چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب قصبہ پھلت میں ہوئی۔ والد محترم نے آپ کا نام ولی اللہ تجویز فرمایا۔[1]

تعلیم وتربیت

شاہ صاحب نے علم وفضل کی گود اور تقویٰ وتصوف کی فضا میں پرورش پائی۔ پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ساتویں سال میں قرآن مجید ختم کیا اسی سال فارسی کی کتابیں پڑھنے لگے۔ اس کے بعد صرف ونحو کی کتابوں کا آغاز کیا۔[2]

عقائد ونظریات

شاہ صاحب عقیدہ توحید پر قائم تھے اور شرک کی سخت مخالفت کرتے۔ شاہ صاحب ایمان کو تباہ کرنے والی حرکات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے لوگوں کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

"تمام نیکیوں کی اصل اور عمدہ ترین نوع توحید ہی ہے۔ اس لیے کہ یہی ربّ العالمین کے روبرو عجز وانکساری کا دارومدار ہے۔ اور یہی سعادت کے

حصول کا عظیم ترین خلق بھی ہے۔ یہی اس عملی تدبیر کی بنیاد ہے جو کہ دونوں تدبیروں میں مفید تر ہے۔ اس کے ذریعے انسان کو غیب کی طرف کامل توجہ حاصل ہوتی ہے۔"[3]

علم فقہ

شاہ ولی اللہ علم فقہ میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ اس کے جزئیات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اس سلسلے میں ان کی تصنیف "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" بڑی اہم کتاب ہے۔ تاریخ فقہ اور تاریخ علم حدیث میں نہایت معلومات افزا ہے۔[4]

شاہ ولی اللہ کا فقہی رجحان

دنیا میں قانون کے بغیر کوئی نظام نہیں چل سکتا۔ انسان جتنا بھی لبرل ہو جائے لیکن اس کو ایک قانون کے تحت زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام نے بھی ایک نظام قانون عائد کیا ہے جو کہ انسانی ترقی کا باعث بنتا ہے۔ برصغیر کے فقہا نے اسلامی نظامِ قانون کو مسلمانوں کے لیے عام اصطلاح میں پیش کیا۔ شاہ ولی اللہ کے اور بھی بہت کارنامے ہیں لیکن ان کا فقہ واجتہاد کا اہم کارنامہ سرفہرست ہے۔

"شاہ صاحب نے مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کا گہرا مطالعہ کیا اور احکام سے متعلق ان کی مستدل احادیث کا جائزہ لیا اور فور فہمی کی مدد سے فقہا محدثین کا طریق اختیار کیا۔"[5]

شاہ صاحب کا فقہی مسلک

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فقہی مسلک کے بارے میں بعض جگہوں پر آتا ہے کہ:

"شاہ صاحب کی شخصیت اس قدر ہمہ جہت اور آپ کی تحریرات اتنی متنوع ہیں کہ اُن کے مسلک کا تعین حد درجہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔"[6]

درحقیقت حضرت شاہ صاحب ایک فقیہ النفس حنفی محدث ہیں اور اُن فقہاء محدثین کے زمرے میں شامل ہیں جو قوی وضعیف، صحیح وغلط اور راجح ومرجوح میں پوری بصیرت کے ساتھ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ حتی الوسع آپ حنفی مذہب ہی میں اُس قول کو اختیار کرتے جو حدیث اور دوسرے مذاہب سے متفق ہو۔

تصانیف

تصانیف میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔آپ نے جو کتب لکھیں ہیں وہ ایک شخص کی میراث نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کے لیے سرمایہ ہیں۔آپ کی چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الفوز الکبیر
۲۔ فتح الخبیر
۳۔ مصفیٰ
۴۔ مسوّیٰ
۵۔ حجۃ اللہ البالغۃ
۶۔ البدور البازغۃ
۷۔ الانصاف فی سبب الاختلاف
۸۔ مجموعہ رسائل اربعہ
۹۔ فیوض الحرمین [۷۷]

وفات

آپ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء بروز ہفتہ بوقت ظہر دہلی میں انتقال فرما گئے اور مہندیاں میں آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ نے حنفیہ شافعیہ اور مالکیہ کے درمیان، صوفیائے کرام اور غیر صوفی علمائے عظام کے درمیان، متقدم اشاعرہ ماتریدیہ وغیرہ کے درمیان یا فلسفہ شریعت کے درمیان ہر ممکن طور سے قرب کی فضا پیدا کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ [۷۸]

مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی

فرنگی محل کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی انصاری فرنگی محلی ۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۸۴۸ء میں اتر پردیش کے شہر باندا کے علاقے بندیل کھنڈ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد مولانا عبدالحلیم انصاری عالم دین اور "مدرسہ نواب" میں مدرس تھے۔

تعلیم وتربیت

مولانا عبدالحئی نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ابتدا میں اُنہوں

نے حافظ قاسم علی صاحب سے قرآن مجید پڑھا۔اس دوران اُن کے والدین نے جونپور ہجرت کی جہاں اُنہوں نے حافظ ابراہیم سے حفظ جاری رکھا اور دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا۔دوران حفظ آپ نے اپنے والد صاحب سے کچھ فارسی کتب بھی پڑھیں۔

جب آپ گیارہ سال کے ہوئے تو آپ نے اپنے والد صاحب سے علوم اسلامی کی تعلیم حاصل کرنے شروع کر دی۔آپ نے میزان الصرف سے لے کر تفسیر بیضاوی تک تمام کتب سترہ سال کی عمر تک مکمل کر لیں۔اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے ریاضی کی کچھ کتب اپنے والد کے استاد مولانا محمد نعمت اللہ سے پڑھیں۔انہیں بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔خود بھی کچھ عرصہ حیدرآباد میں پڑھاتے رہے۔بعد ازاں لکھنؤ چلے آئے جہاں باقی عمر دین کی خدمت میں گزار دی۔

مکہ مکرمہ کے مفتی شیخ احمد بن زین دحلان نے انہیں برہان الدین مرغینانی کی تصنیف الہدایہ اور اپنے تمام اساتذہ سے سیکھے گئے تمام علوم کی روایت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔مفتی محمد بن عبداللہ حنبلی مکی، شیخ محمد بن محمد غربی اور شیخ عبداللہ غنی دہلوی نے بھی انہیں مختلف اسناد کی اجازت عطا فرمائی۔

طریق اجتہاد

مولانا عبدالحئی لکھنوی کو علم حدیث اور فقہ فی الحدیث میں دسترس اور کمال حاصل تھا۔آپ فتویٰ جاری کرتے وقت ہمیشہ درمیانی راہ کا انتخاب کرتے، قرآن اور حدیث سے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے مجتہدین کی آراء کو قبول فرماتے۔یہ طریقہ کار اس وقت کے حنفی علما میں فتویٰ کے رائج طریقہ کار سے مختلف تھا۔مولانا بھی مذہب حنفی سے ہی استفادہ فرماتے تھے اسی وجہ سے آپ اپنے وقت کے علما میں مجتہد کے طور پر معروف ہوئے۔

علوم وفنون اور خدمات

آپ عالم حدیث اور تراجم کے بہت ماہر تھے، فقہا حنفیہ کے اکابرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔آپ کی جو عظیم شہرت برصغیر پاک وہند اور براعظم ایشیا میں ہوئی اور آج تک ہے وہ محدث، فقیہ، متکلم، معقولی، صاحب افتاء اور متقدم حنفی کی حیثیت سے ہے۔مولانا فرنگی محلی نے اپنی مختصر عمر میں چھوٹی بڑی سو سے زیادہ تصانیف کیں۔

منطق، فلسفہ، مناظرہ، کلام، نحو، صرف، حدیث، فقہ اور تاریخ وتراجم میں سے ہر موضوع

کی مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے خدمت کی اور بجا طور پر انہیں محدث، فقیہ، اصولی، منطقی، بحاث، نقاد اور مورخ کہا جا سکتا ہے۔ سب سے زیادہ خدمت انہوں نے فقہ اور حدیث کی۔ اِن دونوں موضوعات پر اُن کی تصانیف کی مجموعی تعداد پچاس کے قریب ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی ربیع الاول ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۶ء میں محض ۳۹ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور اپنے بزرگوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کی کتابوں میں مندرجہ ذیل شہرتِ دوام رکھتی ہیں۔

۱۔ الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ
۲۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ
۳۔ التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ
۴۔ الافادۃ الخطیرۃ، یہ ہیئت میں کتاب ہے
۵۔ التحقیق العجیب (فقہ)
۶۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، فی رجال الحدیث
۷۔ ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی، فی مصطلح الحدیث
۸۔ مجموعۃ الفتاوی دو جلدیں
۹۔ نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل فقہ
۱۰۔ التعلیق الممجد، علی موطأ الامام محمد الشیبانی
۱۱۔ فرحۃ المدرسین باسماء المؤلفات والمؤلفین
۱۲۔ طرب الاماثل بتراجم الافاضل
۱۳۔ إنباء الخلان بانباء علماء ہندستان [۷۹]

فقیہ عصر امام احمد رضا خان بریلوی

امام احمد رضا خان عہد برصغیر کے ایک عظیم فقہی شخصیت تھے۔ آپ کی علمی تحقیقات کا زمانہ خود گواہ ہے کہ آپ کے علم کی روشنی دور دور تک پھیلی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے جس کا اعتراف اُن کے ماننے والوں نے ہی صرف نہیں کیا بلکہ اُن کے معاندین ومخالفین بھی اِسے تسلیم کرتے ہیں۔ عظمت نبی ﷺ اور محبت رسول ﷺ کا زبان ودل سے اعتراف ہی اصل ایمان ہے اسی

لیے امام احمد رضا قادری نے عمر بھر زبان وقلم سے عظمتِ نبی کے تحفظ اور محبتِ رسول کا درس دیا اور جس کسی نے بھی شانِ رسالت میں ادنیٰ گستاخی کی خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا تو اُن کا قلم سیف بُراں کی طرح چل پڑا اور شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والوں کو بتا دیا کہ:

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار　　　اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اُن کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ بحیثیت مفتی شرعی فتویٰ صادر کرنے سے پہلے وہ افہام و تفہیم کی ہر ممکن کوشش کرتے پھر بھی نہیں بات بنتی تو گمراہ کن افکار و نظریات رکھنے والوں کے لیے اکابر علما نے کیا فیصلے صادر کیے ہیں وہ نظائر تلاش کرتے اُن فیصلوں پر ناقدانہ نظر ڈالتے اگر کوئی گنجائش ہوتی تو وہ گنجائش ضرور نکالتے۔ احتیاط کا یہ عالم ہے کہ کچھ نام نہاد علما کے بارے میں اُن کے گمراہ کن افکار و نظریات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد بھی کوئی شرعی فیصلہ صادر کیے بغیر لکھتے ہیں کہ:

> "بالجملہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض وواجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب۔" [۸۰]

پیدائش:

امام احمد رضا کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی بھارت میں ہوئی۔ محمد نام رکھا گیا، جد امجد مولانا رضا علی خان نے احمد رضا تجویز کیا اور یہی مشہور ہوا۔ تاریخی نام "المختار" رکھا ہے۔ [۸۱]

ابتدائی تعلیم

آپ اکثر علوم وفنون میں دسترس رکھتے تھے۔ بعض علوم وفنون معاصرین علماء سے حاصل کیے اور بعض میں ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے کمال حاصل کیا۔ مندرجہ ذیل علوم وفنون اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے حاصل کیے۔ علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، جملہ مذاہب اصول فقہ، جدل تفسیر، عقائد، کلام، نحو، صرف، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ فلسفہ، تکسیر، ہیاۃ، حساب وغیرہ۔ [۸۲]

تعلیم وتربیت

آپ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے صرف چار

سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بہت بڑے مجمع کے سامنے میلاد شریف پڑھا۔ چودہ سال کی عمر میں تمام درسیہ معقول و منقول کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان سے کی۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فاتح فروغ ہوا۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا۔ اسی دن فتویٰ نویسی کا کام سپرد کیا جو تا حیات جاری رہا۔[۸۳]

علوم و فنون

تحریر، تدریس و تقریر یہ تینوں چیزیں ابلاغ و تبلیغ کا موثر ترین ذریعہ ہیں۔ امام احمد رضا خان نے تحریر کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور پوری زندگی تصنیف و تالیف میں گزاری۔ آپ نے ۵۴ سے زیادہ علوم پر تقریباً ایک ہزار کتب تصنیف کیں۔ عالم اسلام میں ایسا کوئی عالم نہیں گزرا جو اس قدر علوم و فنون پر دسترس رکھتا ہو۔[۸۴]

اساتذہ کرام

آپ نے اپنے والد ماجد اور دوسرے اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا۔ محدث بریلوی نے علوم منقول و معقول اپنے والد مولانا نقی علی اور دوسرے اساتذہ، شاہ آل رسول مارہروی (۱۲۹۷ء) مولانا عبدالعلی رام پوری (۱۳۰۳ھ) شاہ ابوالحسین احمد النوری (۱۳۲۴ھ) اور مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ) سے حاصل کیے۔[۸۵]

پہلا فتویٰ

اعلیٰ حضرت نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے کر کے سند فراغت حاصل کی۔ اسی دن آپ نے ایک سوال کے جواب میں پہلا فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ فتویٰ پا کر آپ کے والد ماجد نے مسند افتاء آپ کے سپرد کر دی اور آخر وقت تک فتاویٰ رضویہ تحریر فرماتے رہے۔[۸۶]

فقہی خدمات

آپ برصغیر کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ آپ کی فقیہانہ بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے فتاویٰ میں دلائل کی کثرت ہے۔ آپ نے فقہی دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا اسی زبان میں

فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ اگر کسی نے منظوم سوال کیا تو جواب بھی منظوم ہی دیا۔ منظوم سوال جس بحر میں ہے جواب کے لیے بھی اسی بحر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس سے زبان پر قدرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔[۸۷]

امام احمد رضا بریلوی کو حدیث، تفسیر، فقہ و اصول فقہ الغرض تمام شرقی علوم میں بڑی مہارت تھی۔ ان مضامین کی جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ لیکن بحیثیت فقیہ آپ کو جو شہرت ملی وہ آپ کے معاصر علماء کے حصے میں نہ آسکی۔ ہزار ہا فتاویٰ کے آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جوابات دیے۔ اُس زمانے میں فقہی بصیرت کے معاملہ میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

بلادِ اسلامیہ کے تمام مفتیان کرام آپ کے نوکِ قلم سے لکھے گئے فتاویٰ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے جس گہرائی کے ساتھ فقہ کا مطالعہ کیا اور جس توجہ اور انہماک کے ساتھ بلادِ اسلامیہ سے آئے ہوئے فتاویٰ کا جواب دیا اُس کی نظیر دوسرے مفتیان کرام کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ آپ کی فقہی بصارت کا اعتراف متعدد ارباب دین و دانش اور صاحبان فکر و نظر نے کیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کہتے ہیں:

> "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں اُن کا مقام بہت بلند تھا۔ اُن کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے لیے نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اُس دور متاخرین میں اُن جیسا طباع اور ذہین فقیہ مشکل سے ملے گا۔"[۸۸]

تصانیف

آپ کا مقام فقہی بصیرت میں بہت بلند تھا۔ برصغیر میں آپ جیسا ذہین مشکل سے ہی ملے گا۔ آپ کے فتاویٰ عربی، اُردو، فارسی نثر اور نظم دونوں میں ملتے ہیں۔ آپ کی چند اہم فقہی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ جد الممتار علی رد المحتار

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

۳۔ حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت

۴۔ حاشیہ الحموی شرح الاشباہ والنظائر

۵۔ حاشیہ میزان الشریعہ

۶۔ حاشیہ کتاب الخراج

۷۔ حاشیہ معین الحکام

۸۔ حاشیہ الھرایہ

۹۔ حاشیہ فتح القدیر

۱۰۔ حاشیہ البدائع والصنائع

۱۱۔ حاشیہ الجرھرۃ النیرہ

۱۲۔ حاشیہ مراقی الفلاح

۱۳۔ حاشیہ البحر الرائق

۱۴۔ حاشیہ الطحاوی

۱۵۔ حاشیہ رسائل الشامی [89]

فتاویٰ رضویہ

فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا خان کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ یہ ایک مدلل اور مبسوط فتاویٰ ہے۔ جسے فقہی انسائیکلوپیڈیا کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد طفیل لکھتے ہیں:

"یہ کتاب درحقیقت فقہ اسلامی کا ایک دائرہ المعارف ہے اگر فتاویٰ رضویہ میں بیان کردہ مسائل کو انضباطی ترتیب سے مرتب کیا جائے تو یقین ہے کہ یہ فقہ اسلامی کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہوگا۔" [90]

فتاویٰ رضویہ کی ہر ایک جلد کا ایک موضوع ہے۔ مثلاً جلد اوّل کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے جس کے تحت مختلف ابواب ہیں۔ اس طرح دوسری جلد کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے اور وہ بھی مختلف ابواب کی حامل ہے۔ فتاویٰ رضویہ سے اگر سوالات کو حذف کر دیا جائے تو اس کی ہر جلد اس فقہی موضوع پر ایک کتاب ہے اور ایک مستقل تصنیف بن جاتی ہے۔ جس میں آپ کو اُس فقہی موضوع سے متعلق تمام جزئی مسائل بھی پوری صراحت اور دلالت کے ساتھ ملیں گے۔ [91]

مولانا احمد رضا بریلوی کو فتاویٰ رضویہ کے علاوہ اور جن تصانیف نے شہرت دوام بخشی اُن

میں کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور حدائق بخشش کا خصوصی مقام ہے قرآن حکیم کے اس ترجمہ کنزالایمان نے حقانیت وصداقت کی اِس دنیا میں اپنا وقار اور معیار صرف برقرار ہی نہیں رکھا بلکہ اُس نے ایوان باطل میں تہلکہ مچا دیا۔ اِس ترجمہ میں عظمت توحید اور ناموس رسالت کا بھرپور پاس رکھا گیا ہے۔ اور ترجمہ کی برجستگی اور بے ساختگی سے روح قرآن اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ نمایاں ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے نام کا سکہ بساط علم وفن پر تو چل ہی رہا تھا ادبی دنیا میں بھی آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہ رہی۔ جنہیں اُردو ادب میں اعلیٰ ذوق حاصل ہے انہوں نے آپ کی ادبی حیثیت کا لوہا مانا ہے۔ اُردو ادب میں نعت کے مقدس فن سے جنہیں شغف ہے اُن کے دلوں میں آپ کی عظمت بھرپور ہے۔ آپ کی شاعرانہ عظمت اور مہارت فن کا اعتراف اُردو ادب کے محققین نے کیا ہے۔ شاعری کے جن اسرار رموز کو اپنا کر آپ نے اپنی شاعری کو جلا بخشی ہے بیشتر شعراء کے یہاں اُس کا فقدان نظر آتا ہے۔

آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد مولوی عبدالحئی رائے بریلوی بھی آپ کی علمی جلالت قدر کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے اور لکھا:

"کان عالماً متبحراً کثیر المطالعة واسع الاطلاع له قلم سیال و فکر حافل فی التالیف" [92]

الغرض امام احمد رضا کی کسی بھی تصنیف کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مضامین کو دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ آپ ایک جلیل القدر فقہی تھے۔ آپ کی جملہ تحریر آپ کی علمیت پر شاہد ہیں۔

وفات

احیاءِ دین متین کی تکمیل کے بعد ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء یوم جمعہ المبارک اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ [93]

حواشی وحوالہ جات

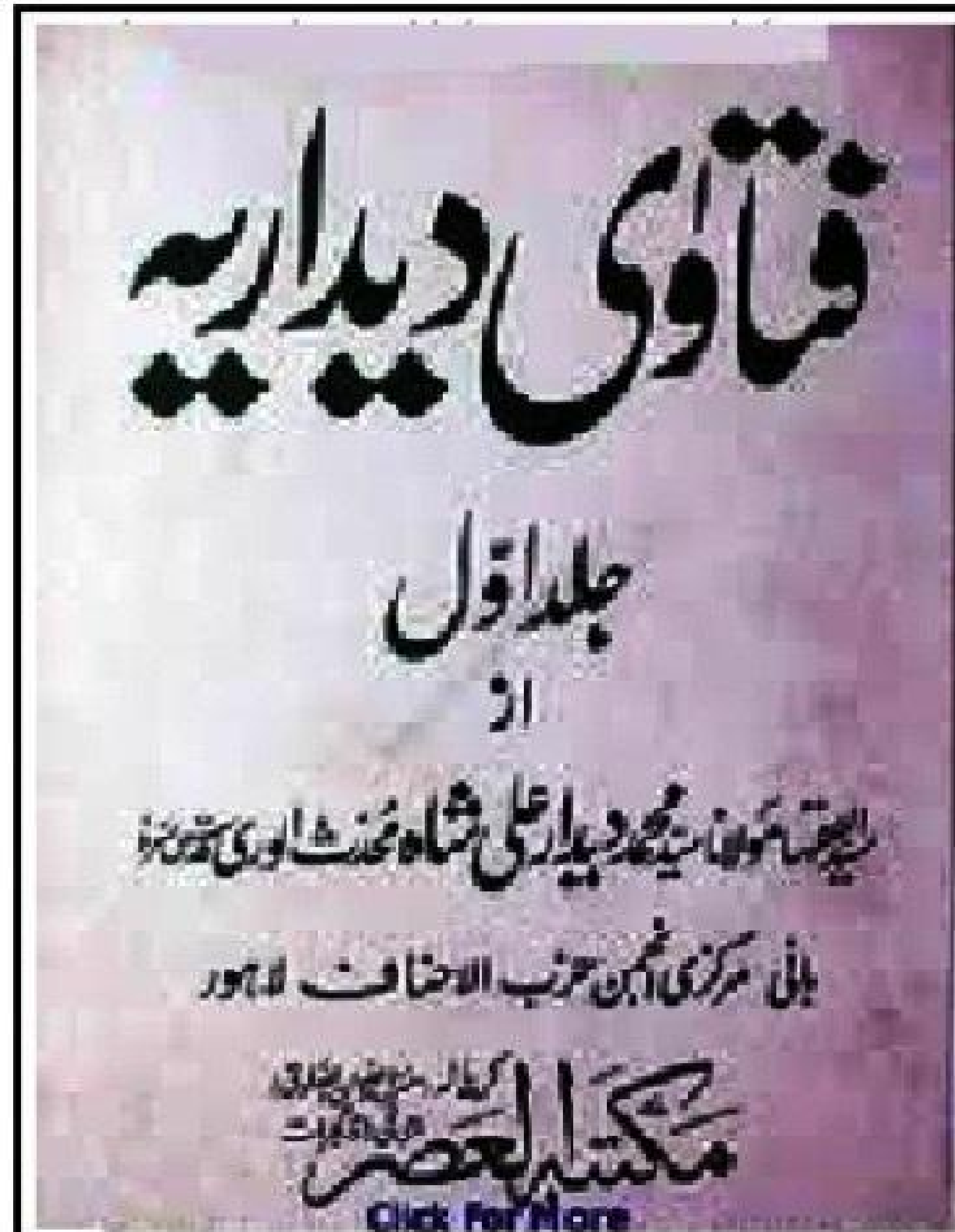
۱۔ لاہوری، غلام سرور، اُردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور فروری ۱۹۷۹ء، ص ۱۰۵۷
۲۔ سید احمد دہلوی، مولوی فرہنگ آصفیہ، کاروان پریس، لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۳۳۹
۳۔ بدخشانی، بیگ حنبل فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۳۵۹
۴۔ میرٹھی، زین العابدین، سجاد، قاضی، بیان اللسان، ادارہ علمیہ قاضی میرٹھ، ص ۵۸۹
۵۔ اصغر علی، راوی، اختر اللغات، حیدرآباد دکن، ص ۷۰۷
۶۔ ابن آلوسی، علامہ، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد: ۱۵، ص ۱۳۹
۷۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، اُردو جامع، فیروز سنز، لاہور، ص ۹۲۳
۸۔ ابن منظور، لسان العرب، دار لسان العرب، بیروت، جلد: ۲، ص ۱۱۹
۹۔ سورہ ہود ۱۱: ۹۱
۱۰۔ سورہ طہٰ ۲۰: ۲۷-۲۸
۱۱۔ الموسوعات الفقہیہ الکویتیہ، دار الصفوہ مصر، جلد: ۳، ص ۲۵
۱۲۔ عبدالسلام، اُردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ص ۷۴۳
۱۳۔ احمد نگری، عبدالنبی، دستور العلماء، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۳۲۹ھ، جلد: سوم، ص ۱۳
۱۴۔ سورہ الاعراف ۷: ۱۵۷
۱۵۔ ندوی، مولانا عبدالسلام، تاریخ فقہ اسلامی، اسلامی اکادمی، اُردو بازار، لاہور، ص ۱۷
۱۶۔ سورہ البقرہ ۲: ۱۸۶
۱۷۔ تاریخ فقہ اسلامی، ص ۱۹
۱۸۔ سورہ النساء ۴: ۴۳
۱۹۔ سورہ المائدہ ۵: ۹۰
۲۰۔ زیدان، عبدالکریم، مطالعہ فقہ اسلامی، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۸۰
۲۱۔ عمران ایوب لاہوری، فقہ الحدیث، نعمانی کتب خانہ، ص ۵۲
۲۲۔ صحیح، صحیح ابن ماجہ ۱۸۳، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ابن ماجہ ۲۲۴
۲۳۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۸۲
۲۴۔ سورہ البقرہ ۲: ۲
۲۵۔ محاضرات فقہ، ص ۱۱۲
۲۶۔ ڈاکٹر طٰہٰ جابر فیاض العلوانی، اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، ص ۴۳
۲۷۔ سورہ النحل ۱۶: ۴۳

۲۸۔ غازی، ڈاکٹر، محمود احمد، محاضرات فقہ، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، ص ۲۳۱
۲۹۔ مولانا ابو زکی، فقہی مسلک کی حقیقت، دار العلم، اُردو بازار، لاہور، ص ۴۳
۳۰۔ محاضرات فقہ، ص ۲۳۱
۳۱۔ فقہی مسلک کی حقیقت، ص ۴۳
۳۲۔ اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب، ص ۷۱
۳۳۔ اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب، ص ۸۵
۳۴۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلامی فقہ کے اصول ومبادی، دار الفکر، رحمٰن مارکیٹ، اُردو بازار لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۳۶
۳۵۔ اسلامی فقہ کے اصول ومبادی، ص ۳۶
۳۶۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۱۹۱
۳۷۔ صدیقی، ڈاکٹر، رفیع الدین احمد، وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کا ارتقاء، ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ، آزاد کشمیر، ص ۷۰
۳۸۔ فقہی مسلک کی حقیقت، ص ۵۰
۳۹۔ وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کا ارتقاء، ص ۴۷
۴۰۔ فقہی مسلک کی حقیقت، ص ۵۶
۴۱۔ محاضرات فقہ، ص ۲۸۲
۴۲۔ الانتقاء لابن عبدالبر، ص ۱۳۶
۴۳۔ ایضاً، ص ۱۳۵
۴۴۔ الاکمال، ص ۶۲۵
۴۵۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۱۹۹
۴۶۔ تالیف محمد ابو زہرہ، مترجم: عبید اللہ قدسی، امام مالک، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ص ۳۸
۴۷۔ ایضاً، ص ۴۳
۴۸۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۲۰۲
۴۹۔ محاضرات فقہ، ص ۲۹۹
۵۰۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۲۰۲
۵۱۔ امام مالک، ص ۲۷۷
۵۲۔ برصغیر میں علم فقہ، ص ۴۳
۵۳۔ محمد ابو زہرہ، آثار امام شافعی، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ص ۴۳
۵۴۔ مولانا میاں خالد صاحب انصاری بھوپالی، سیرت امام شافعی، نشر انجمن مسلمانان بھگاؤں، ص ۶۵
۵۵۔ آثار امام شافعی، ص ۶۱

۵۶۔ سیرت امام شافعی، ص ۸۷
۵۷۔ ایضاً، ص ۱۰۲
۵۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری، سیرت آئمہ اربعہ، ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۔۲۵
۵۹۔ برصغیر میں علم فقہ، ص ۳۳
۶۰۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۲۱۰
۶۱۔ محمد ابو زہرہ، حیات امام احمد بن حنبل، المکتبہ سلفیہ، لاہور، ص ۵۷
۶۲۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۲۱۰
۶۳۔ حیات امام احمد بن حنبل، ص ۲۹
۶۴۔ محمد عبدالحئی لکھنوی، الفوائد البھیہ فی طبقات الحنفیہ، مکتبہ خیر کثیر، کراچی، ۱۳۰۴ھ، ص ۶
۶۵۔ ابن فرحون مالکی، الدیباج المذھب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ص ۴۸
۶۶۔ مطالعہ فقہ اسلامی، ص ۲۱۳
۶۷۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الاسلام مفتی حرم علامہ احمد بن زینی دحلان کی رحمۃ اللہ علیہ کی الدرر السنیہ صفحہ ۴۲ اور محمد عبدالوھاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوھاب کی کتاب الصواعق الالٰھیہ فی رد الوھابیہ ص ۵ مطبوعہ استنبول طبع ۱۹۷۵ء

واضح رہے کہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ اپنے والد کے مسلک کے حامل تھے اور اسلاف کے معمولات کو عقیدت سے لگائے ہوئے تھے، ان کا تعارف کراتے ہوئے طحطاوی نے لکھا ہے:
وکان لعبد الوھاب ولدان محمد وسلیمان اما سلیمان فکان عالما فقیھا، وقد خلف اباہ فی قضاء حریملۃ وکان لہ ولدان عبداللہ وعبدالعزیز وکانا فی الورع والعبادۃ آیۃ من الآیات (محمد بن عبدالوہاب نجدی مصنف شیخ علی طحطاوی جوہری مصری متوفی ۱۳۳۵ھ صفحہ ۱۳) یعنی شیخ عبدالوہاب کے دو بیٹے تھے محمد اور سلیمان، شیخ سلیمان بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے اور حریملہ میں اپنے والد کے بعد قاضی مقرر ہوئے، ان کے دو لڑکے تھے عبداللہ اور عبدالعزیز وہ بھی عالم تھے اور عبادت اور تقویٰ میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب تمام زندگی شیخ نجدی سے عقائد کی جنگ لڑتے رہے۔ (بحوالہ الدرر السنیہ مصنف سید احمد بن زینی دحلان کی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ صفحہ ۴۷) انہوں نے شیخ نجدی کے عقائد کے رد میں ایک انتہائی مفید اور مدلل رسالہ الصواعق الالٰہیہ تصنیف کیا۔ جس کو عوام و خواص میں انتہائی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، موجودہ دور کے نجدی علماء کہتے ہیں کہ شیخ سلیمان نے آخر عمر میں اپنے عقیدہ سے رجوع کر کے شیخ نجدی سے اتفاق کر لیا تھا۔ لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس دعویٰ کے ثبوت پر نہ کوئی تاریخی شہادت ہے اور نہ شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق الالٰہیہ کے بعد کوئی ایسی کتاب لکھی جس نے الصواعق الالٰہیہ میں مذکور دلائل پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہو۔

۶۸۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، سیف چشتیائی، ص ۹۸
۶۹۔ شیخ محمد اکرام، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، ص ۷۰
۷۰۔ ماہنامہ رضوان، لاہور، مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، ماہ دسمبر ۲۰۰۷ء، شمارہ ۱۲، جلد: ۵۹، ص ۳۱
۷۱۔ مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی، امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، مکتبہ خلیل اردو بازار، لاہور، ص ۲۰
۷۲۔ محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، جلد: ۵، ص ۳۶۷
۷۳۔ امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، ص ۱۳۸
۷۴۔ فقہائے ہند، ص ۳۳۷
۷۵۔ امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، ص ۳۳۱
۷۶۔ ایضاً، ص ۳۳۷
۷۷۔ امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، ص ۹۳
۷۸۔ فقہائے ہند، ص ۳۳۵
۷۹۔ موسوعہ فقہیہ، وزارت اوقاف کویت، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، جلد ۱۰، ص ۳۷۶
۸۰۔ احمد رضا قادری بریلوی، الکوکبۃ الشھابیہ، رضا بک ڈپو بریلی، ص ۹۳
۸۱۔ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ کراچی، ۱۹۵۵ء،
۸۲۔ محمد مسعود احمد، احمد رضا اور عالم اسلام، ادارہ مسعودیہ کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۳۳
۸۳۔ ماہنامہ قاری دہلی، اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۳۲۱
۸۴۔ لیسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ مبارک پور ۱۹۷۰ء، ص ۶۵
۸۵۔ ڈاکٹر محمد مسعود، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۲۶
۸۶۔ محمد مصطفیٰ رضا خان، ملفوظات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ۲۰۰۹ء، ص ۲۸
۸۷۔ ڈاکٹر حسن رضا، فقیہ اسلام، ادارہ تحقیقات احمد رضا، کراچی ۲۰۰۵ء، ص ۱۹۲
۸۸۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا تقابلی جائزہ، کتاب محل لاہور ص ۲۲۔۲۱
۸۹۔ محمد کرم احمد نقشبندی، فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۱۹
۹۰۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا تقابلی جائزہ، کتاب محل لاہور ص ۲۱
۹۱۔ معارف رضا، فتاویٰ رضویہ کا فقہی، علامہ شمس بریلوی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، نومبر ۲۰۱۰ء، ص ۳۷
۹۲۔ عبدالحئی رائے بریلوی، الاعلام جلد ۸، ص ۵۴
۹۳۔ ڈاکٹر محمد مسعود، حیات مولانا احمد رضا، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ ۱۹۸۱ء، ص ۲۱۰



باب سوم

سیّد دیدار علی شاہؒ
کی فقہی خدمات کا جائزہ

فصلِ اوّل:

فتاویٰ دیداریہ کا جائزہ

فصلِ اوّل

فتاویٰ دیداریہ کا جائزہ

جائزہ لینے کے اصول

تجزیہ علمی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے نہ کہ ذاتی پسند اور ناپسند پر، چنانچہ ہم تجزیہ کے اُصولوں کو مدنظر رکھ کر ہی جائزہ لیں گے۔ اگر تحقیق کا تعلق دینی علوم سے ہوگا تو تجزیہ کا تعلق بھی دینی علوم سے ہوگا۔ اُصولِ تحقیق میں جب کوئی تجزیہ کرتا ہے تو کچھ باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے جن میں تحقیقی معیار اور تنقید سرفہرست ہے۔

تحقیقی معیار

جس کتاب کا تجزیہ کر رہے ہیں اُس کا معیار کیا ہے؟ اُن کی تحقیق زمانہ سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں، الفاظ کا استعمال مشکل تو نہیں کیا کہ عوام الناس سمجھ نہ سکے۔

تنقید

کسی بھی کتاب کا جائزہ لیتے ہوئے صرف ایک جانب ہو کر نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے اور حقائق کو واضح کرنا چاہیے۔

محدث الوری کی فقہی لحاظ سے ترجیحات

محدث الوری نے عوام الناس کے درپیش مسائل کو حل کیا اور لوگوں کو دین کے احکام سے آگاہ کیا تاکہ لوگ اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ یہ اِس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر عوام الناس کے ان مسائل کو حل نہ کیا جائے تو اُن کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے۔ محدث الوری نے اسلام کے بارے میں شک وشبہات کا ازالہ کیا اور نت نئے مسائل کے بارے میں رہنمائی فرمائی کیونکہ یہ اُن کا فرض منصبی بھی تھا۔

محدث الوری نے فتاویٰ دیداریہ میں بعض مقامات پر شرعی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے

دیگر آئمہ کے اقوال نقل فرمائے اور مسائل کا استخراج کیا ہے۔انہوں نے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتویٰ میں غلطی معلوم ہو جانے پر رجوع الی الحق بھی فرمایا ہے۔

مولانا محمد جلال الدین کی رائے

مولانا سیّد ابو محمد محمود دیدار علی شاہ صاحب کے اکثر فتاویٰ طویل ہیں۔آپ قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ، احادیثِ طیبہ اور اقوال آئمہ اور کتبِ فقہا اور شروح محدثین کے کثیر در کثیر حوالہ جات سے اپنے موقف کو مستفتی کے لیے واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔بعض آئمہ کرام اور فقہائے عظام کے اختلاف کو بڑی شرح وبسط سے بیان کر دیتے ہیں اور اُن اختلافات کی روشنی میں جوابِ فتویٰ کے مختلف پہلو واضح کر دیتے ہیں۔

بعض فتاویٰ سے عدم اتفاق رائے

فتاویٰ دیداریہ کے چند فتاویٰ سے اتفاق مشکل ہے مگر یہ اَمر باعث قدح نہیں۔مفتی اگر اخلاص، للّٰہیت اور ملکۂ تحقیق کے بعد جواب دے اور وہ جواب دیگر جمہور فقہائے اُمت اور مفتیانِ ملت کے خلاف واقع ہو تو اُس کو خطائے اجتہادی کے مانند محمول کرنا چاہیے۔مفتی مذکور کو باوجود خطا کے ماجور وحساب ہوگا۔انشاء اللہ العزیز

کچہریوں میں فیصلے

"فتاویٰ دیداریہ" میں بعض فتاویٰ وہ ہیں جن کی بناء پر مروجہ کچہریوں میں فیصلے ہوئے جس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ مولانا سیّد ابو محمد محمود دیدار علی شاہ صاحب کے فتاویٰ کو عوام وخواص کے علاوہ مروجہ کچہریوں میں قانونی حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔غرضیکہ "فتاویٰ دیداریہ" کتب فتاویٰ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے لیکن اس کی موجودہ افادیت کی صورت گری کا سہرا محترم علامہ مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی کی گراں قدر مشکل اور مسلسل مساعی جمیلہ کا مرہونِ منت ہے۔[1]

اجازتِ فتاویٰ

محدث الوری کو حضرت احمد علی سہارن پوریؒ کے علاوہ آپ کو درج ذیل مشائخ طریقت اور شیوخ حدیث سے سلاسل طریقت اور فقہ وحدیث وتفسیر میں اجازت حاصل تھی۔

۱۔ حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ حضرت محدث الوری دو سال تک اُن کی تربیت میں رہے اور سلاسلِ طریقت کی اجازت اور خلعتِ خلافت حاصل کی۔

۲۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ حضرت توکل شاہؒ کے فرمان کے مطابق آپ اُن کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت ہوئے اور سند حدیث حاصل فرمائی۔

۳۔ مولانا شمس الدین احمد میاںؒ کے درس حدیث میں ساتھی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا اُن سے بھی تمام اعمال واذکار سلاسل اولیاء میں اجازت اور خلافت حاصل کی۔

۴۔ حضرت مولانا عبد الغنی بہاری مہاجر مدنیؒ: آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے چالیس اکابر علمائے کرام سے فقہ وحدیث میں اجازت حاصل تھی، اُن سے بھی سند حاصل کی

۵۔ امام فن قرآت حضرت قاری عبد الرحمٰن پانی پتیؒ: اُن سے بھی قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

۶۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلویؒ: آپ نے بھی حضرت محدث الوری کو تمام سلاسل اولیائے کرام کے اعمال واذکار اور جملہ مرویاتِ فقہ وحدیث کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔

۷۔ حضرت سیّد اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہرویؒ: آپ امام احمد رضا خانؒ کے پیر خانہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔حضرت محدث الوری نے اُن سے بھی طریقت کے سلاسل کی خلافت اور حدیث وعلوم دینیہ کی سند حاصل کی۔

۸۔ حضرت سیّد نثار علی رضوی مشہدیؒ: آپ سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور رشتہ میں حضرت محدث الوری کے عم محترم تھے۔تکمیل علوم کے بعد آپ نے ایک عرصہ اُن کی خدمت میں گزارا۔اور اُن کی صحبتوں سے مستفیض رہے۔انہوں نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۹۔ حضرت شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی کچھوچھویؒ: حضرت محدث الوری اُن سے بھی سند حدیث اور سلاسل طریقت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔[2]

تعارفِ فتاویٰ دیداریہ

فتاویٰ دیداریہ فقہی جزئیات کا انمول ذخیرہ ہے۔فتاویٰ دیداریہ میں صرف ایک مفتی کے فتاویٰ شامل نہیں بلکہ یہ تین مفتیان کرام کے فتاوٰجات پر مشتمل ہے۔اس میں فتاوٰجات کی کل تعداد

۳۴۴ ہے۔اور اِس فتاویٰ کی ترتیب کتبِ فقہ کی ترتیب ہے۔

"یہ کتاب اہلسنّت کے تین ممتاز مفتیانِ کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اِن میں حضرت مولانا مفتی محمد رمضان، حضرت مولانا مفتی سیّد محمد اعظم شاہ اور حضرت مولانا مفتی سیّد محمد دیدار علی شاہ ہیں۔ یہ کتاب تین سو چوالیس (۳۴۴) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جن میں بارہ (۱۲) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد رمضان کے، پچھتر (۷۵) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی سیّد محمد اعظم شاہ کے اور دو سو ستاون (۲۵۷) فتاویٰ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اجل حضرت مولانا سیّد محمد دیدار علی شاہ کے قلم سے صادر ہوئے۔ امام الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا سیّد محمد دیدار شاہ کے فتاویٰ کی تعداد دیگر دو مفتیانِ کرام کے مجموعی فتاویٰ سے زائد ہے لہٰذا اسی بناء پر فتاویٰ کے اِس مجموعے کا نام "فتاویٰ دیداریہ" رکھا گیا ہے۔"[۳]

اسلوبِ فتاویٰ دیداریہ

محدث الوری نے اپنے فتاویٰ میں وہی اسلوب اپنایا ہے جو اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں اپنایا۔

فتاویٰ دیداریہ کی ترتیب

فتاویٰ دیداریہ کو دوسری بار منظرِ عام پر لانے کا سہرا مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے سر ہے۔ آپ کی مسلسل محنت اور کاوش کے بعد فتاویٰ دیداریہ منظرِ عام پر آیا۔

۱۔ رجسٹر فتاویٰ اسی ترتیب سے ہے جس ترتیبِ زمانی سے مستفتی نے سوال کیا۔ ظاہر ہے کوئی عبادات سے متعلق سوال کرتا ہے، کوئی معاملات سے متعلق، کوئی مناکحات سے متعلق سوال کرتا ہے، کوئی میراث کے بارے میں فتویٰ پوچھتا ہے۔ جس ترتیبِ زمانی سے جس نے جو سوال پوچھا اسی ترتیب سے جواب رجسٹر میں نقل کر دیا۔ یہ مجموعہ فقہی ابواب سے یکسر مختلف تھا۔ قاری کے لیے اِس سے استفادہ بہت دشوار تھا۔ مرتب مفتی صاحب نے تمام فتاویٰ کو فقہی ابواب پر مرتب کر دیا ہے۔ اب اِس سے قاری کے لیے استفادہ نہایت آسان ہے۔ اور وہ اپنی پسند کا باب کھول کر پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ مفتیانِ کرام نے فتویٰ کے دوران جن کتب کا حوالہ دیا ہے اُن میں اکثر اوقات کتاب کا باب اور صفحہ درج نہیں اور نہ یہ درج ہے کہ متعلقہ کتاب کس مطبع کی ہے۔ مرتب موصوف نے حوالہ جات کی تخریج بڑی عرق ریزی سے کر دی ہے۔

۳۔ عربی یا فارسی عبارات مندرجہ فتاویٰ، جن کا ترجمہ مفتیانِ کرام نے نہیں کیا مرتب موصوف نے اُن کا سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے تاکہ قاری کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔

۴۔ بعض مقامات پر عربی یا فارسی عبارت کا ترجمہ مفتیانِ کرام نے کیا ہے مگر وہ درست نہیں۔ مرتب موصوف نے اِس ترجمہ کی تصحیح حاشیہ میں کر دی ہے۔

۵۔ بعض مقامات پر مفتیانِ کرام نے جس کتاب کا حوالہ درج کیا ہے اصل کتاب میں وہ حوالہ اُن الفاظ سے نہیں۔ مرتب موصوف نے حاشیہ میں کتاب متعلقہ کے اصل الفاظ نقل کر دیے ہیں۔

۶۔ بعض اوقات مفتیانِ کرام نے جو عبارت کسی کتاب سے بطور حوالہ نقل کی وہ عبارت اُس کتاب کی نہیں بلکہ کسی اور کتاب کی ہے۔ مرتب موصوف نے اصل کتاب کی نشان دہی فرما دی ہے۔

۷۔ مرتب موصوف، جو بذاتِ خود مفتی ہیں، نے جہاں کہیں فتویٰ جمہور فقہائے اُمت کے خلاف ملاحظہ کیا اُس کی تصحیح حاشیہ میں کر دی ہے۔ اِس نوعیت کی کثیر مسائل ہیں جن کا حوالہ اصل مرتبہ "فتاویٰ دیداریہ" میں جا بجا ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

۸۔ اصل مجموعہ فتاویٰ میں بوجہ بوسیدگی یا شکستگی جو کلمات پڑھے نہ جا سکے مرتب موصوف نے انہیں اندازہ سے درج کیا ہے مگر حاشیہ میں صاف وضاحت کر دی ہے کہ یہ کلمہ اندازاً سیاق و سباق کے پیشِ نظر لکھا گیا ہے۔

۹۔ مفتیانِ کرام نے بعض اوقات کسی عبارت کے لیے ایک حوالہ درج کیا ہے۔ مرتب موصوف نے وہی عبارت دیگر کتب میں موجود ہونے کی نشاندہی کر دی ہے۔

۱۰۔ ایک اہم مجموعہ فتاویٰ کی تفصیلی فہرست درکار تھی جو مرتب موصوف نے نہایت عرق ریزی سے فقہی ابواب پر مرتب فرما دی ہے۔ فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو سکتا

ہے کہ فلاں مسئلہ یا فتویٰ کہاں اور کس صفحہ پر ہے۔[۴]

فتاویٰ دیداریہ کی خصوصیات

فتاویٰ دیداریہ اکثر کتب فتاویٰ سے ممتاز ہے۔ان میں سے چند خوبیاں درج ذیل ہیں:

آپ نے جواب دیتے وقت صرف ہاں یا ناں نہیں کہا بلکہ آپ نے انتہائی مفید بحث فرمائی اور مسئلے کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

آپ نے شرعی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے بعض مقامات پر آئمہ کے اقوال بھی نقل فرمائیں ہیں۔اور کئی غلط فتاویٰ کی تصحیح اور مستند دلائل کے ساتھ اصلاح فرمائی ہے۔

آپ نے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتاویٰ میں غلطی معلوم ہو جانے کے بعد بلا تامل رجوع الی الحق فرمایا۔[۵]

فہرست موضوعات:

۱۔ معتقدات، مستحسنات، بدعات	۲۔ حدیث
۳۔ طہارت	۴۔ نماز
۵۔ زکوٰۃ	۶۔ روزہ
۷۔ خرید وفروخت	۸۔ حجر
۹۔ مضاربت	۱۰۔ وکالت
۱۱۔ ھبہ	۱۲۔ وقف
۱۳۔ غصب	۱۴۔ عاریہ
۱۵۔ مفقود	۱۶۔ احیاء الموت
۱۷۔ نکاح	۱۸۔ طلاق
۱۹۔ خلع	۲۰۔ ظہار
۲۱۔ عنین	۲۲۔ عدت
۲۳۔ حضانت	۲۴۔ نفقہ
۲۵۔ شکار وذبح	۲۶۔ قربانی
۲۷۔ آکراہ	۲۸۔ سیر

۲۹۔ حظر واباحت	۳۰۔ وصیت
۳۱۔ میراث	۳۲۔ تاریخ وسوانح
۳۳۔ قواعد فقہیہ	۳۴۔ رسم المفتی[۶]

موضوعات

محدث الوری نے فتاویٰ دیداریہ میں چونتیس (۳۴) موضوعات پر بحث کی۔فتاویٰ دیداریہ کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔جو کہ معتقدات، مستحسنات اور بدعات کے ضمن میں ہے۔

۱۔ معتقدات: یہ لفظ اعتقاد سے ماخوذ ہے یعنی معتقدات میں وہ اُصول شامل ہیں جو انسان کے عقیدے سے متعلق ہیں۔

۲۔ مستحسنات: اِس باب کی دوسری اصطلاح مستحسنات ہے جو کہ مستحسن سے ماخوذ ہے۔ اِس میں وہ مسائل شامل ہوں گے جو استحسان پر مشتمل ہوں گے۔

۳۔ بدعات: اِس باب کی تیسری اصطلاح بدعات ہے۔لفظ بدعات، بدعت سے ماخوذ ہے اور دین میں نئی ایجاد کا نام بدعت ہے۔اِس باب میں محدث الوری کے چھ (۶) فتاویٰ شامل ہیں۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۴

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ قبروں سے ولی اللہ کے لیے دعا مانگنا، منت مانگنا، سجدہ کرنا درست ہے اور ولی اللہ منت پوری کرتے ہیں۔

۲۔ گانا، ناچنا، باجا درست ہے۔بزرگانِ دین نے سنا ہے۔

۳۔ اگر کوئی حافظِ قرآن کوٹ پتلون پہنا کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب قبروں پر سجدہ کرنے گانے ناچنے کی اجازت دیتے ہیں۔اُن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین کے نزدیک کیا حکم ہے؟ مولانا صاحب اپنے کو حنفی المذہب کہتے ہیں جواب مہری علمائے دین کا ہونا چاہیے۔

جواب: اگر معلوم ہو کہ مجلس دعوت میں لہو ولعب ہوگا تو بالکل حاضر نہ ہو۔خواہ وہ اُن لوگوں سے

جو جن کی اقتداء کی جاتی ہے یا نہ۔ کیونکہ دعوت کا حق حاضر ہونے کے بعد لازم ہوتا ہے، اس سے پہلے اُس کا حق لازم نہیں ہوتا۔ ابن کمال۔ السراج میں ہے کہ اس مسئلہ نے دلالت کی کہ لہو ولعب کی تمام باتیں حرام ہیں۔

لہٰذا ہر بات کے انکار کے لیے اُن کی اجازت کے بغیر اُن کی مجلس چلا جائے۔ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا لہو ولعب اور گانے کے آواز دل میں اس طرح نفاق اگاتی ہے جس طرح پانی نباتات کو اگاتا ہے۔ میں کہتا ہوں بزازیہ میں ہے لہو ولعب کی آواز جیسا کہ بانس یا نرکل کو خاص انداز سے بجانا اور اُس کی مانند دوسری آوازیں حرام ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ لہو ولعب کی آوازوں کا سننا گناہ، اُس کی خاطر بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اُس سے لطف اندوز ہونا نعمت کی ناشکری ہے۔ کیونکہ اعضا کو اُن افعال کی طرف پھیر دینا جن کے لیے اُن کو پیدا نہیں کیا گیا اُس نعمت کی ناشکری ہے، شکرگزاری نہیں۔

لہٰذا یہ حکم پوری طرح واجب ہے کہ ان سے اجتناب کرے تا کہ اسے اُن کی آواز سنائی نہ دے۔ کیونکہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے سننے کے وقت اپنے کان میں انگلی ڈال دی تھی۔

اور قبروں کو معبود سمجھ کر بہ نیت عبادت سجدہ کرنا شرک ہے اور غالباً اس نیت سے تو کوئی بھی مسلمان نہیں کرسکتا۔ رہا سجدہ کرنا بہ نیت تعظیم وہ پہلے پیغمبروں کی شریعت میں جائز تھا اور شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حرام۔

علیٰ ہذا کوٹ پتلون بہ نیت تشبہ نصاریٰ پہننا فسق ہے۔

لہٰذا بوجہ ارتکاب امور مذکورہ مولوی صاحب اور حافظ صاحب دونوں فاسق ہوں گے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے اور جو نماز مکروہ تحریمہ ہو اُس کا اعادہ واجب ہے۔ ھکذا فی الشامی والکبیری فقط۔

حدیث

فتاویٰ دیداریہ کا دوسرا باب حدیث ہے۔ اس موضوع پر محدث الوری نے ایک فتویٰ بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ فقہ میں حدیث کے نام سے کوئی عنوان نہیں ہے۔ مرتب نے محدث الوری کے اُن مسائل کو جن کا جواب احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیا گیا ہے اس باب میں جمع کرکے اُسے حدیث کا عنوان دیا ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۶

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اِس مسئلہ میں کہ ایک مسجد بادشاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ کی بنوائی ہوئی اختیار خان فوجدار کی ہے۔ اور اس مسجد کے متعلق جائیداد بھی ہے اور اس کی نسبت مقدمات عرصہ سے چل رہے ہیں۔ اور انہی مقدمات کی بابت ایک ڈگری بنام علیم الدین وغیرہ ہوئی اور علیم الدین کی گرفتاری بھی نکلوائی۔ اس کی ادائیگی کے واسطے اہل اسلام امداد کریں تو اس کی بابت شرع کا کیا حکم ہے؟ اور امداد دینے والے کیا اجر پائیں گے؟

جو کچھ بیان فرمادیں اُس کا اجر پائیں گے۔ مقدمات ہائی کورٹ اور ضلع میں بابت اسی مسجد کے چل رہے ہیں اس کے واسطے بھی روپیہ درکار ہے۔

جواب: مسجد مذکورہ کی نسبت جو مقدمہ چل رہا ہے مجھ سے زیادہ اہل شہر اُس سے واقف ہیں اور کیفیت ڈگری سے بھی جس قدر اہل شہر کو علم ہے میں اُس سے زیادہ واقفیت حاصل نہیں کرسکتا۔ مگر ایسے موقع پریشانی میں مطلقاً ہر مسلمان سنی مقلد خوش عقیدہ کی امداد بلاشبہ موجب اجر عظیم ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کی جس کا اعلان مسجدوں کی رہائی کے متعلق ہمیشہ اکثر مجمعوں میں سنتے رہتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے:

ما کان العبد فی عون اخیہ المسلم کان اللہ فی عونہ کما قال

ترجمہ: جب تک بندہ اپنے بھائی کی مددگاری میں رہتا ہے اللہ اُس کی امداد میں رہتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کی کڑی مشکل پوری کرے۔ البتہ اُس کی سر اڑی ہوئی مشکلات قیامت کے دن آسان کرے گا۔

بحوالہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، احمد وغیرہم بالفاظ ذیل:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ

اور یہ تو ظاہر ہے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کی مسجدوں کو جو اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان لائیں وہی آباد کرتے ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے

من بنی مسجداللہ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ

ترجمہ: جو شخص اللہ کے واسطے مسجد بناوے اللہ اُس کے واسطے جنت میں گھر بناتا ہے۔[8]

طہارت

طہارت ماخوذ ہے طہر سے جس کے معنی پاکی کے ہیں۔ اس باب میں محدث الوری کے چھ (۶) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۷

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید نے بعد وضو کے اپنا ستر کھولا اور اُس کے اندامِ نہانی کو اور لوگوں نے بھی جو باوضو تھے دیکھا۔ اب ایسی حالت میں زید کا وضو اور اُن لوگوں کا وضو جن کی نظر اندامِ نہانی پر پڑی قائم رہا یا نہیں۔؟

جواب: حنفیوں کے نزدیک اپنا یا کسی غیر کا اندامِ نہانی دیکھنے سے تو قطعاً وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی غیر کے اندامِ نہانی پر قصداً نظر ڈالنا یا ننگا ہو کر کسی کو اپنی اندامِ نہانی دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ بعد وضو اگر کوئی پانی سے استنجا کرنا یا آبدست لینا بھول جائے اور یاد آنے پر استنجا پانی سے کرے یا آب دست لے جب بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس واسطے کہ وضو کے توڑنے والی بالاتفاق اتنی باتیں ہیں۔

اوّل ناپاک چیز کا مثل زرد پیپ، لہو کے یا پیشاب، پاخانہ نکلنا بدن انسان سے۔ خواہ سر کے پھوڑے سے بہنے یا زخم سے ہو یا پیٹ کے۔ خواہ پاؤں کے زخم یا پھوڑے سے، خواہ آنکھ یا کان کے زخم سے، یا پھنسی سے۔

اور نکلنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا خون وغیرہ نکلے کہ نکلنے کی جگہ پھیل جائے۔ اور خون کا قطرہ باریک باریک ظاہر ہو کر خشک ہو جائے اور مطلقاً نہ بہیں تو وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

مع ہذا اگر زخم یا پھوڑے سے خشک کیڑے جھڑ پڑیں یا زخم سے بغیر خون پیپ کے لکڑی کی پھانس یا کنکر نکل آئے خواہ نکالا جائے یا زخم یا پھوڑے سے یا مردار گوشت گر پڑے یا کاٹ کر جدا کر دیا جائے وضو نہیں ٹوٹتا۔

البتہ پیشاب پاخانہ کی جگہ سے اگر خشک کیڑا یا کنکر نکلے یا نکالا جائے پاخانہ کی جگہ سے بادری یعنی ہوا نکلے خواہ آواز کے ساتھ یا بلا آواز تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا مگر فقط بادری (ہوا نکلے) کے شبہ اور وہم سے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ اور منہ بھر کے قے آئے، خواہ پت کی قے کڑوی ہو،

خواہ ترش، بلغم کی ہو یا سودا کی، یا کھٹا پانی، خون جما ہوا ہو، یا بہتا ہوا تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر دماغ سے جما ہوا خون یا کتنا ہی بلغم نکلے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ علی ہذا اگر کھانسی سے کتنا ہی بلغم نکلے وضو نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر نماز میں مسنون حالت پر کتنی بھی دیر سوتا رہے نہ وضو ٹوٹے گا نہ نماز ٹوٹے گی۔ مگر جب جاگے، سونے کی حالت میں جو ارکانِ نماز ادا کیے ہیں یا کچھ بھی پڑھا ہے اُس کو پھیر لے اور اُس کا اعادہ کرے۔ ورنہ اگر ارکان فرض یا قرآت بقدر فرض کو دوبارہ نہ پھیرے تو نماز نہ ہوگی۔ مگر وضو بدستور قائم رہے گا۔

البتہ نماز میں التحیات میں یا قیام وغیرہ میں ایسا غافل ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر گرتے گرتے درمیان میں ہوشیار ہو گیا وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر چت سو گیا یا کروٹ پر سو گیا یا ایسا تکیہ لگا کر سو گیا کہ اگر وہ جدا ہو جائے تو گر پڑے ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔

بہر نہج سونے کی حالت میں اُس وقت وضو ٹوٹے گا جب اعضاء تھے سست ہو جائے کہ بادری (ہوا نکلنے) کا گمان غالب ہو ورنہ مجرد سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی واسطے علامہ شامی صفحہ ۱۰۱ جلد اوّل ردالمختار مصری میں تحریر فرماتے ہیں:

> کہ جو شخص ایسا معذور ہو کہ ہر وقت اُس کی ریاح خارج ہوتی رہتی ہے۔ ایک ادنیٰ وقت نماز کا بھی نہیں گزرتا مگر بادری (ہوا خارج ہوتی) رہتی ہے یا ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے تو اُس کا وضو اگر اوّل وقتِ ظہر میں کیا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آئے، اُس خاص بیماری سے جس میں وہ مبتلا ہے خواہ قطرہ کی بیماری ہو یا خون بہنے کی یا کوئی اور اُس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

لہٰذا اگر بادری کی بیماری ہو اور اوّل وقت عشا یا ظہر میں وضو کر کے سو جائے تو جب تک ظہر یا عشا کا وقت باقی رہے گا اُس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور عاقل بالغ مرد و عورت اگر نماز میں اتنی آواز سے ہنس دیں کہ دوسرے سن لیں، جب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ نابالغ کا نہ ٹوٹے گا۔ اِن اُمور کے سوا اور کسی بات سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ درمختار، ہدایہ، شامی حضرات وغیرہ تمام کتب فقہ میں اِس طرح لکھا ہے۔[9]

نماز

اس باب میں عید کی اذان، تکبیرات، نماز کی غلط نیت، نماز میں سورت پڑھنا بھول گئے

سے لے کر میت کو قبر میں اُتارنے اور عورت کے جنازے تک کے مسائل شامل ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے پچاس (۵۰) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۷

سوال: عید میں اذان کس طرح ہے اور کون آیہ ہے اور چھ تکبیر کس طرح پڑھنا چاہیے تکبیر تحریمہ چھ میں شامل ہے یا نہیں اس کا مسئلہ تحریر فرمایئے گا۔؟

جواب: عید کے دن نہ اذان کہنا سنت ہے نہ تکبیر کہنا۔ اگر راستہ میں آہستہ آہستہ عید گاہ تک آدمی آتے نظر آئیں اور وقت تنگ ہو تو رومال وغیرہ سے اشارہ کر دینے کا، الصلوٰۃ جامعۃ پکار دینے کا مضائقہ نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۱۰ فتح القدیر مطبوعہ مصر مع الہدایہ میں ہے:

عید اور کسوف کی نماز کے لیے اذان نہ پڑھی جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نمازِ عید ایک یا دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن لگا آپ نے ندا کرنے والے کو بھیجا کہ وہ پکار کر کہے کہ نماز با جماعت ہونے والی ہے۔[۱۱۰]

زکوٰۃ

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ دولت جب شرعی نصاب تک پہنچ جائے تو صاحبِ نصاب پر فرض ہے کہ وہ کچھ رقم فی سبیل اللہ ادا کرے۔ اس باب میں محدث الوری کے تین فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۹۷

سوال: مولانا صاحب اسلام وعلیکم، اشتہار انجمن اسلامیہ ہرت پور میں جو سیکرٹری صاحب نے صدقۂ فطر کا وزن ہمارے سیر مروجہ سے جو اسی روپیہ سیر ہوتا ہے سوا دو سیر لکھا ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط۔؟

جواب: شرح وقایہ کی جلد اول صفحہ ۳۰ میں ہے کہ صاع عراق حنفیوں کے نزدیک صدقۂ فطر میں معتبر ہے اور صاع حجازی شافعیوں کے نزدیک، اور وہ دو من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا اور استار ساڑھے چار مثقال کا، اِس حساب سے ایک من ایک سو اسی مثقال کا ہوا لہٰذا احتیاطاً مناسب ہے کہ آدھ پاؤ کم دو سیر صدقۂ فطر نکالا جائے اور پونے دو سیر دس ماشہ بھر سے ہرگز کم نہ ہو۔[۱۱۱]

روزہ

دین اسلام میں مسلمانوں کے لیے ایک ایسا مہینہ مختص کیا ہے جس میں انسان سارا دن بھوکا رہتا ہے اور محض اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان کو غریبوں کا احساس ہوتا ہے اور انسان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اس باب میں محدث الوری کے تین فتاویٰ شامل ہیں

فتویٰ نمبر ۱۰۰

سوال: آگرہ میں ایک شاہ صاحب نو وارد ہیں جو اپنے کو شاہ بہاء الدین کا خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ ایک مساۃ کے گھر جو اُن سے تعارف وارادت رکھتی تھی تشریف لائے۔ عورت نے بوجہ نادانستگی اپنے خورد سال بچے کے ہاتھ پان بنا کر اُن کے لیے باہر بھیج دیا۔ مگر شاہ صاحب روزہ دار تھے تاہم اُنہوں نے ٹھیک دس بجے دن کے پان مرسلہ عورت نوش فرما کر اپنا نفل روزہ توڑ دیا یہ کہہ کر کے اِس تحفہ پان کو رد کرنا نہیں چاہتا۔ اور پھر دوسرا پان گھر میں سے منگوا کر مساۃ کے شوہر کو بھی کہ جو اُن سے عقیدت رکھتا تھا نفل روزہ تڑوا دیا۔ اِس معاملہ کے دس پندرہ دن بعد وہی عورت اکہ پر سوار ہو کر اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جاتی تھی۔ شدتِ دھوپ کا وقت تھا، شاہ صاحب نے براہِ کرم بہ اصرار تمام اُس عورت کا نفل روزہ تڑوا دیا۔ تب اُس کو دھوپ میں اپنی رشتہ داری میں جانے دیا۔

پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس بارے میں کہ یہ فعل شاہ صاحب کا کس حد تک شرعاً جائز و روا تھا۔ اور اِس کا فاعل موجب ثواب یا عذاب ہوگا اور اُس کا مرتبہ گروہ اسلام میں کیسا سمجھنا چاہیے۔؟

جواب: نفلی روزہ رکھ کر کسی کی ناراضگی کے خیال سے یا کسی مسلمان کے خوش ہونے کی نیت سے یا خوفِ شدتِ گرمی تشنگی سے توڑنا جائز ہے۔ مگر پھر اُس روزہ کو قضا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صفحہ ۱۸۱ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف فرما ہوئے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر آج میرا روزہ ہے۔ اُس کے بعد آپ ایک اور دن تشریف لائے ہم نے عرض کی ہمارے ہاں حیس یعنی ایک کھانا جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار ہوتا ہے۔ ہدیہ کے طور پر آیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں صبح سے روزہ سے ہوں آپ نے وہ کھایا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اُنھوں نے فرمایا جب فتح یعنی فتح مکہ کا دن تھا حضرت فاطمہ حاضر خدمت ہوئیں اور نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور اُم ہانی آپ کے داہنی جانب تھی۔ ایک چھوٹی بچی ایک برتن اٹھائے آئی اُس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ آپ ﷺ نے اُس سے نوش فرمایا پھر وہ اُم ہانی کو دے دیا تو میں نے بھی پیا۔ اُم ہانی عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ میں روزہ افطار کر دیا حالانکہ میرا روزہ تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم قضا کر رہی تھیں تو اُس نے عرض کیا نہیں تو فرمایا اِس کا تجھ پر کچھ نقصان نہیں ہے بشرطیکہ تمہارا یہ روزہ نفلی ہو۔ اسے امام ابو داؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام دارمیؒ نے روایت کیا، امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ کی ایک اور روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اُس حدیث میں یوں ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا روزہ نہ تھا تو فرمایا نفلی روزہ رکھنے والا اپنے آپ کا حکمران ہوتا ہے چاہے وہ روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے۔

امام زہریؒ، انھوں نے حضرت عروہؒ اور انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اُنھوں نے فرمایا کہ میں اور حفصہ روزہ سے تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا جس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اُس سے کھا لیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا۔ اُس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اُسے کھا لیا تو فرمایا اس کی جگہ ایک دن قضا کر لو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔ لمعات التنقیح اور مرقاۃ المفاتیح، جو دونوں مشکوٰۃ شریف کی شرحیں ہیں، میں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ تم دونوں قضا کرلو یہ احناف کی دلیل ہے اِس حکم شرعی پر کہ نفلی روزہ کی قضا واجب ہے۔

خرید وفروخت

بظاہر تو خرید وفروخت ایک دنیاوی معاملہ ہے لیکن دین اسلام ہر پہلو میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ شریعت میں زندگی کے دیگر معاملات کے ساتھ خرید وفروخت کے اُصول بھی مقرر ہوئے ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے آٹھ (۸) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۰۶

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کلمہ گو سیندھی یعنی تاڑی (جو ایک

نشی شے بطرز شراب کے ہوتی ہے) بیچنے کا سرکار سے اجارہ لینا اور خود بذاتہ فروخت کرنا یا ملازمان سے فروخت کروانا اور فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ایک عالم نے اِس کی فروخت کی بابت فتویٰ دے دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ گنے کا رس بیچنا اور اُس سے فائدہ اٹھانا عوام کا طریقہ ہے۔ اسی طرح درخت سیندھی یعنی کھجور کا رس المعروف تاڑی کے بیچنے میں بھی کسی قسم کا حرج نہیں۔ کیونکہ جس زمین میں یہ درخت ہوتے ہیں وہ زمین تو ر کی رہتی ہے اور اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور سرکاری محصول دینا پڑتا ہے۔ اِس لیے اِس کا بدلہ اِس طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اُس عالم کا کہنا صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے اور اُس پر عمل کرنے والے کی بابت شریعت میں کیا حکم ہے؟ بحوالہ عباراتِ کتب مفصل تحریر فرما کر اعزاز فرمائیں اور اجرِ عظیم کمائیں۔

جواب: سنا جاتا ہے کہ علی الصباح جب جاڑوں میں برتن تاڑی کا درخت سے کھولا جاتا ہے اُس میں نشہ نہیں ہوتا اور کچھ دیر بعد اُس میں نشہ آتا ہے۔ لہٰذا جس شخص کو بیچی جائے اگر وہ کافر ہے اور تاڑی میں ابھی نشہ بھی نہیں آیا ہے مگر یہ معلوم ہے کہ یہ نشہ کے واسطے خریدتا ہے تو بعض کے نزدیک اُس سے بیچ کر قیمت لینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور مسلمان سے بیچ کی جائے اور یہ علم ہو کہ نشہ کی غرض سے خریدتا ہے باتفاق مکروہ تحریمہ بلکہ امام محمدؒ کے نزدیک تو حرام ہے۔[۱۲]

حجر

حجر کے معنی رکاوٹ کے ہیں یعنی شریعت چھوٹے بچوں کو معاملات کرنے سے منع کرتی ہے۔ اگر وہ کر بھی لیں تو وہ معاملات ناقابل قبول ہوتے ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۱۲

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ

۱۔ سات یا آٹھ برس کی لڑکی کے معاف کرنے سے مہر معاف ہو سکتا ہے؟

۲۔ اگر اُس کا باپ مہر معاف کر دے معاف ہو سکتا ہے یا باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہو سکتا؟

۳۔ اگر نابالغہ کا شوہر مرجائے ایامِ عدت اپنے سسرال میں شوہر کے گھر ہی پورے کرے یا اپنے میکے میں بھی ایامِ عدت پورا کرسکتی ہے؟

۴۔ اپنے جہیز کی وہ خود مالک ہے یا شوہر متوفی یا اُس کے ماں باپ، اگر شوہر مرجائے؟

۵۔ اُس نابالغہ کے نکاح کا ولی اُس کا باپ ہے یا اُس لڑکی کے سسرال والے؟

جواب: نابالغہ لڑکی کا مہر معاف کردینا یا اپنی کسی چیز کا ہبہ کردینا قابلِ اعتبار نہیں۔ لہٰذا جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے مہر معاف نہیں کرسکتی۔ اور وہ بھی جب معاف ہوگا جب خوشی سے معاف کرے۔ اور اگر مار کے خوف سے معاف کردے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ اور نابالغہ کی طرف سے اُس کا ولی جو باپ اگر وہ معاف کردے جب بھی معاف نہیں ہوسکتا۔ نابالغہ کے مال سے ولی کو ہبہ کردینے اور معافی وغیرہ کا ہرگز اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ صفحہ ۳۲۲ جلد دوم درمختار مصری مطبوعہ مع ردالمحتار میں ہے:

عورت کے لیے مہر کا ساقط کرنا درست ہے۔

قال الشامیؒ: قولہ: عورت کے لیے مہر کو ساقط کرنا درست ہے۔ "حط" کا معنی ساقط کرنا ہے۔ جیسا کہ مغرب میں ہے۔ مہر کے ساقط کرنے کو عورت کے ساتھ خاص رکھا کیونکہ اُس کے باپ کے لیے ساقط کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ کم سن ہو۔ اور اگر عورت بڑی (بالغہ) ہو تو ساقط کرنا عورت کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ مہر کے ساقط کرنے میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ خلاصہ کی کتاب الہبہ میں ہے اگر مارنے کی دھمکی دی حتیٰ کہ عورت نے مہر ہبہ کردیا۔ اُس صورت میں اگر دھمکی دینے والا مارنے پر قادر ہو تو اُس کا ساقط کرنا درست نہیں۔

اور دعویٰ مہر، نابالغہ کی طرف سے، نابالغہ کا ولی اقرب، جو اُس کا ولیِ نکاح ہے وہی کرسکتا ہے۔

نابالغہ پر چار مہینے دس روز تک کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ چار مہینے دس روز عدت بیٹھنا اُس پر بھی لازم ہے۔ چنانچہ صفحہ ۶۵۵ درمختار مذکور میں ہے:

خاوند کے مرنے کی صورت میں عدت چار ماہ اور دس روز ہے۔ اِس عدت کی شرط یہ ہے کہ موت تک نکاح صحیح رہے۔ اگرچہ عورت کم سن ہو۔

مگر صغیرہ پر چار مہینے دس روز کا سوگ لازم نہیں چنانچہ صفحہ ۱۸۱ جلد دوم درمختار مذکور میں ہے:

سات عورتوں پر سوگ منانا لازم نہیں ہے (۱) کافرہ، (۲) نابالغہ، (۳) پاگل

اِس واسطے کہ سوگ عبارت ہے ترکِ زیب و زینت سے، جو سرمہ لگانا خوشبودار تیل اور مہندی لگانا اور زعفرانی کپڑے پہننا۔ اِس واسطے کہ بوجہ عدمِ بلوغ، وہ مخاطبِ حقوق اللہ نہیں ہے۔ اور سوگ حق اللہ ہے چنانچہ ہدایہ صفحہ ۴۰۶ مطبوعہ مطبع یوسفی میں ہے:

سوگ یہ ہے کہ خوشبو، زینت، سرمہ، خوشبودار تیل اور غیر خوشبودار تیل کے استعمال کو ترک کردے۔ ہاں عذر کے باعث استعمال کرسکتی ہے۔ جامع صغیر میں درد کے باعث یہ اشیاء استعمال کرسکتی ہے۔ عورت سوگ کی مدت کے دوران مہندی نہ لگائے۔ اِس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو ہم نے روایت کردی ہے۔ نیز عصفر اور زعفران کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے بھی نہ پہنے۔ کافر عورت کے ذمہ سوگ نہیں ہے اور نہ ہی کم سن عورت پر سوگ لازم ہے کیونکہ شرعی احکام کا خطاب اس سے اٹھا لیا گیا ہے۔ البتہ بوجہ لازم ہونے عدت کے ایامِ عدت شوہر کے گھر میں پوری کرسکتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۰۷ ہدایہ مذکورہ میں ہے:

عورت پر لازم ہے کہ وہ اُس گھر میں عدت گزارے کہ خاوند سے فرقت اور اُس کی موت کی حالت میں جس گھر کی طرف اُس کی سکونت کی نسبت تھی۔ اگر مرنے والے خاوند کی وراثت سے اُس کے حصہ میں آنے والا مکان اُس کی سکونت کے لیے کافی نہ ہو اور ورثہ نے اُس کو اپنے حصہ سے نکال دیا وہاں سے نکل آئے کیونکہ یہ منتقل ہونا عذر کے باعث ہے اور عذر اِس سلسلہ میں موثر ہیں۔ تو اُس کا حکم اُس عورت کی مانند ہوگیا جسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا مکان کے گر جانے کا خوف ہو۔

قولہ: اُسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یعنی اُس مکان میں اُسے چوری یا کسی کے چھیننے کے باعث اُسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔

صورتِ مذکورہ میں ولی اقرب نکاح صغیرہ مذکورہ کا اُس کا باپ ہے اُس کو بعد انقضائے عدتِ وفات جہاں مناسب سمجھے اُس کے نکاح کردینے کا اختیار ہے۔ صفحہ ۳۲۷ درمختار مذکورہ میں ہے: نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے۔[۱۳]

مضاربہ

مضاربت میں ایک شخص مال خرچ کرتا ہے اور دوسرا اپنی محنت صرف کرتا ہے۔ شریعت نے اِس کو جائز قرار دیا ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۱۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کچھ روپیہ چند شرائط کے ساتھ دیا جن کی نقل ہم رشتہ سوال ہذا ہے۔ عمر نے اُس روپیہ سے تجارت کی۔ روپیہ صرف زید کا اور کاروبار تجارت عمر کے متعلق تھا۔ زید نے کچھ عرصہ بعد اپنے روپیہ کی نالش کر دی۔ اب یہ مقدمہ پنجاب میں منتقل ہو کر آگیا ہے اور فریقین شرعی فیصلہ پر راضی ہیں۔

دریافت طلب یہ اَمر ہے کہ اِس شرائط نامہ کے بموجب یہ قرض تھا یا شرکت۔؟ اور شرکت تھی تو کون سی قسم کی۔؟ اور تجارت کے نفع نقصان میں دونوں بہ حصہ مساوی شریک ہوں گے یا اس کا بار صرف زید پر یا صرف عمر پر پڑے گا۔؟ اور مالِ موجودہ یا جو روپیہ قرض میں ہے وہ کس کا خیال کیا جائے گا۔؟ بدیں صورت اپنے کل روپیہ پانے کا عمر سے مستحق ہے یا بعض کا۔؟

نقل شرائط نامہ دستخطی فریقین مورخہ ۲ جنوری ۳۱ء

جناب من بعد ادائے آداب کے التماس آپ کی خدمت بابرکت میں یہ ہے مجھ کو جناب کے ارشاد کی تعمیل بسرو چشم منظور ہے مگر شرط ذیل:

اوّل یہ کہ بعد ایک سال کے منافع لیا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ کل اخراجات دوکان کے نفع نقصان میں شریک ہوا ہوگا۔

تیسرے یہ کہ اگر جناب کو علیحدگی منظور ہو تو پیشتر چھ مہینہ کے اطلاع دیجیے گا۔ وہ روپیہ بعد منہائی نفع ونقصان کے جو باقی رہے گا دیا جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مال دے دیا جائے وہ نہیں دیا جائے گا۔ روپیہ بتدریج دیا جائے گا۔

چوتھے یہ کہ میری تجارت میں آپ دست انداز نہ ہوں گے۔ مجھ کو اپنی رائے پر کام کرنا ہوگا۔ فقط دستخط عمر، سائل حکیم سید عرفان علی

جواب: صورتِ مسئولہ میں حسب شروط ہم رشتۂ سوال، عقدِ مضاربہ صحیح ہے۔ اِس واسطے کہ بموجب عرف، شرطِ دوم کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ نفع میں شرکت حصہ برابر کے بالنصف رہے گی۔ اور شرطِ شرکتِ نقصان وغیرہ اگرچہ خود باطل ہیں مگر صحتِ مضاربہ میں ہرگز حارج نہیں۔

کما فی الجزا الخامس فی البحر فی صفحہ ۲۶۴

الخامس ان یکون نصیب کل منہما معلوما فکل شرط یودی الی

جہالۃ الربح فہی فاسدۃ و مالا فلامثل ان یشترط ان یکون الوضعیۃ علی المضارب او علیہا فہی صحیحۃ و ہو باطل۔

(ترجمہ: مضاربہ کے صحیح ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ مال کے مالک اور کام کرنے والے میں سے ہر ایک کا حصہ نفع سے معلوم ہو۔ لہٰذا ہر وہ شرط جس سے نفع کا حصہ مجہول ہو جائے اُس سے مضاربہ فاسد ہو جائے گی اور جس شرط سے نفع کا حصہ مجہول نہ ہو مضاربہ صحیح رہے گی۔ مثلاً یہ شرط لگائی کہ نقصان مضارب پر ہوگا یا دونوں کے ذمہ ہوگا تو مضاربہ صحیح ہے اور شرط باطل۔)

ہر وہ شرط جس سے نفع کا مجہول ہونا یا نفع میں دونوں کی شراکت کا خاتمہ لازم آئے وہ مضاربہ کے فساد کا باعث ہوتی ہے اور جس شرط سے یہ لازم نہ آئے وہ مضاربہ کے فساد کا باعث نہیں ہوتی۔ مثلاً یوں شرط لگائی کہ نقصان دونوں پر تقسیم ہوگا۔

اور جب شرعاً بشروطِ مذکورہ مضاربہ صحیح ہے اور بموجب عرفِ عام شرط دوم سے آدھے آدھے نفع میں زید وعمر کا شریک ہونا ظاہر ہے اور نیز فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

مضاربہ میں مال کے مالک نے مضارب (کام کرنے والے) کو کہا کہ ہماری مضاربہ اِس شرط پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نفع عطا فرمایا وہ ہمارے درمیان ہوگا یا کہا کہ نفع دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ تو عقد مضاربہ جائز اور درست ہے۔

زید اپنے مال کا مع نفع کے نصف کا مستحق ہے۔ علی ھذا عمر کل نفع سے نصف کا حقدار۔ اور اگر نفع کچھ بھی نہیں ہوا تو عمر کو کچھ نہیں ملے گا۔ کما فی العالم کیریۃ

ولو کانت (ای المضاربۃ) صحیحۃ فلم یربح المضارب لاشیء لا

اگر مضاربہ درست ہو اور مضارب کو کوئی نفع حاصل نہ ہو تو اُسے کچھ نہیں ملے گا۔

اور اگر زمانہ مضاربہ میں اوّل نفع ہو اور آخر زمانہ راس المال کچھ کم ہو جائے تو اوّل نفع سے راس المال پورا کر دیا جائے گا۔ بعدہ جو کچھ زائد اُس المال سے بچے گا وہ باہم تقسیم ہو جائے گا۔ اور اگر بعد پورا کر دینے کے نفع سے کچھ نہ بچے تو مضارب کو کچھ نہیں ملے گا اور باوصف نفع سے راس المال پورا کرنے کے بھی نقصان راس المال پورا نہ ہو تو مضارب سے کچھ نہ لیا جائے گا۔

مضاربہ کے عقد کے بعد جو کچھ مال ضائع ہوگا وہ نفع سے پورا کیا جائے گا۔ اور اگر نقصان نفع سے زیادہ ہو تو اُس کا ضامن مضارب نہیں بلکہ وہ اصل زر سے پورا کیا جائے گا۔ [۱۳]

وکالت

کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جسے انسان خود سر انجام نہیں دے سکتا اور اُن معاملات کے لیے کسی دوسرے شخص کو مقرر کرتا ہے جسے وکیل کہا جاتا ہے۔ وکیل وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے معاملات معاوضہ لینے کے بعد حق صداقت کے ساتھ طے کرواتا ہے۔ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس باب میں محدث الوری کے دو (۲) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میں ملازم حاجی اکرم الٰہی محمد انوار الٰہی صاحب سوداگران جنت کے ہاں تقریباً چار سال سے ہوں۔ اور تمام کاروبار کی خرید و فروخت میرے ہاتھ سے ہے۔ اب مالکان نے حکم کیا کہ تم اطراف سے روپیہ وصول کر لاؤ۔ چنانچہ بحکم اُن کے واسطہ روپیہ وصول یابی کے گیا اور چلتے وقت ایک زنجیر دی گئی تھی کہ اُس کو لگا اور جو روپیہ وصول ہو روانہ کرنا۔ چنانچہ جو روپیہ وصول ہوتا گیا یعنی بریلی سے بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا اور مراد آباد سے ایک شخص آنے والا تھا اُن کو دے دیا۔ اب نگینہ اور نجیب آباد سے قریباً ۲۶۰ روپیہ کے وصول ہوئے۔ وہاں پر سے وقت نہ ملا روانہ کرنے کا اور نہ نوٹ گاڑی کے وقت سے پہلے دستیاب ہوئے۔ وہاں پر سے سہارن پور پہنچا قریباً ۸ بجے شب کے۔ اتفاق سے مالکان کا لڑکا ارشاد الٰہی صاحب وہاں پر مل گئے۔ اب خیال ہوا کہ یہ بھی روپیہ وصول کرنے کو آئے ہیں۔ اگر یہ ہمراہ چلے تو روپیہ کم وصول ہوگا۔ اِس وجہ سے اُس گاڑی سے چلنا خیال کیا۔

اُنہوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ جائے گا تو خود کہنے لگے کہ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں نے بہت انکار کیا کہ آپ نہ جائیں۔ اگر آپ جائیں گے تو ہم بھی صبح چلیں گے۔ چونکہ یکہ وغیرہ آ گیا تھا اور چلنے کا ارادہ بھی کر چکے تھے اِس وجہ سے اُنہوں نے کہا اب چلو۔ کل مظفر نگر اور میرٹھ ہو کر دہلی پہنچیں گے۔ میں ہمراہ ہو گیا اور ٹکٹ مظفر نگر کا لیا اور ہم دونوں مظفر نگر نہ اُتر سکے۔ غنودگی آ گئی اور آگے سٹیشن پر اُٹھ کر معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ مظفر نگر اسٹیشن پیچھے رہ گیا۔ آپس میں اب رائے (یہ ٹھہری) کہ صبح میرٹھ ہو کر پھر مظفر نگر آ جائیں گے۔ گاڑی میں چل دیے ہم نے بموجب حکم کے زنجیر سے صندوق کو باندھ رکھا تھا اور باحفاظت اُوپر سر کے رکھا تھا سیٹ پر۔ اور اچھی طرح بیٹھ گئے کہ ایسا نہ ہو کہ میرٹھ بھی نکل جائے ہم دونوں سوتے رہ جائیں۔

آخرش زیں وجہ پان کھایا اور تمباکو پان میں زائد کھایا کہ غنودگی نہ آئے۔ مگر خدا کی قدرت کہ چھاؤنی میرٹھ پر ہم نے اُٹھ کر صندوق دیکھا۔ اور بستر لپیٹ لیا کہ آگے اتریں گے۔ کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور بھائی ارشاد الٰہی جو کہ ہمراہ تھے وہ بھی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں گفتگو ہی کر رہے تھے کہ آگے اتریں گے۔ گاڑی چھاؤنی میرٹھ کے چل جانے پر ہم جاگتے رہے۔ اب جب کہ شہر میرٹھ پر گاڑی ٹھہرنے پر میرٹھ شہر کے جب کہ مسافر اُترتے تھے ہم غنودگی سے گھبرا کر اُٹھے۔ اور بھائی ارشاد الٰہی صاحب کو اُٹھایا اور کہا کہ شہر میرٹھ آ گیا۔

اب اُترتے وقت سامان اُٹھانا چاہا اور ادھر نظر کی تو اسٹیل بکس نہ پایا جن میں مبلغ ۲۶۰ روپیہ مالک کے اور کپڑے میرے موجود تھے۔ فوراً ٹکٹ کلکٹر کے پاس گیا اور اُسے کہا کہ میرا اسٹیل بکس ابھی کوئی لے گیا ہے۔ آپ ٹکٹ نہ لیں جب تک میں نہ دیکھ لوں۔ اُنہوں نے کہا ایک شخص پلیٹ فارم ٹکٹ دے کر گیا ہے اور خالی ہاتھ آیا تھا اور ایک سٹیل بکس ہاتھ پر رکھ کر لے گیا ہے اور ابھی گیا ہے دوڑ کر بہت تلاش کیا اور ایک داروغہ صاحب کے ہمراہ بھی مگر کسی طرح متہ نہ لگا۔ آخرش رپورٹ پولیس میں کی۔ وہ ہمراہ ہے اِس کو ملاحظہ کر کے جو قاعدہ شرع ہو میرے ذمہ روپیہ ادائیگی ہو تو مطلع کریں یا اگر ناجائز ہو تو مطلع کریں۔

جواب: صورتِ مسئولہ سے ظاہر ہے کہ مسمی الطاف خان مستفتی امین روپیہ وصول شدہ کرم الٰہی نے بموجب حکم کرم الٰہی کے اسٹیل بکس کو جس میں روپیہ امانتی وصول شدہ کرم الٰہی کا اور مستفتی کے کپڑے بھی تھے، بوقت روانگی ریل زنجیر سے سیٹ کی زنجیر کے ساتھ باندھ دیا تھا اور حکمِ مالک کے موافق حفاظت میں کسی طرح کمی نہیں کی اور بایں ہمہ وہ تلف ہو گیا اور وقتِ قیام ریل کوئی اُس کو لے گیا۔ لہٰذا اب روپیہ کا تاوان مالکِ مال کو الطاف خاں سے شرعاً لینا درست نہیں۔

جس شخص کو ودیعت سپرد کی جائے اُس کے قبضہ میں ودیعت امانت ہوتی ہے۔ جب وہ ضائع ہو جائے تو وہ اُس کا ضامن نہ ہوگا۔ البتہ اگر الطاف خان اپنے مال کی طرح یا حسب حکم مالک یعنی کرم الٰہی حفاظتِ مال نہ کرتا ضرور ضامن ہوتا۔[15]

ہبہ

ہبہ سے مراد کسی دوسرے کو تحفہ دینا ہے۔ ہبہ دینے سے دلوں میں محبت و الفت بڑھتی ہے۔ اس باب میں محدث الوری کے تین فتاویٰ شامل ہیں۔

فتوی نمبر ۱۱۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی پہلی زوجہ سے اولاد ہوئی۔ وہ زوجہ اُس کی اولاد چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ پھر اُس نے دوسرا نکاح کیا اُس سے بھی اولاد ہوئی۔ وہ شخص بیمار ہوا۔ حالتِ بیماری میں ایک ہبہ نامہ جائیداد وغیرہ کا پچھلی اولاد اور زوجہ موجودہ کے نام لکھ کر رجسٹری کرا دی۔ اُس وقت پہلی اولاد موجود تھی۔ پھر وہ شخص اسی بیماری میں دس بارہ یوم بعد فوت ہو گیا۔ اب بموجب شرع شریف پہلی اولاد بھی حصہ پانے کی مستحق ہے؟ بینوا توجروا

جواب: صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور نے چونکہ مرض الموت میں ورثہ کو ہبہ کیا ہے، لہٰذا یہ ہبہ شرعاً ناجائز ہے اور جمیع مال متروکہ مع مال موہوب جمیع ورثا اولادِ ہر دو زوجہ و زوجہ موجودہ و دیگر ورثہ پر اگر ہوں حسب شریعت تقسیم ہو گا۔ اس واسطے کہ ہبہ مرض الموت میں اگرچہ ابتداءً ہبہ ہوتا ہے مگر بعد موت حکم وصیت کا رکھتا ہے اور وصیت وارث کو نا جائز ہے۔[19]

وقف

انسان اگر اپنی کوئی چیز کسی دوسرے کو دے دے جس سے اُس انسان کی ضرورت پوری ہو سکے تو یہ وقف کرنا کہلاتا ہے۔ اسلام نے وقف کرنے کو ترجیح دی ہے اور اُس کا اجر آخرت میں دوگنا ہے۔ اس باب میں وقف قبرستان، روپیہ مسجد میں وقف کرنا، مسجد کو وقف کرنا کے مسائل اور موروثی ملکیت کو وقف کرنے کے مسائل شامل ہیں۔ اس باب میں محدث الوری کے اُنیس (۱۹) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتوی نمبر ۱۲۲

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں میونسپل بورڈ نے ایک زمین بہ نیت وقف کرنے کے مسلمانوں پر، واسطے قبرستان کے خریدی ہے اور ابھی مسلمانوں کے سپرد نہیں کی۔ آیا بلا اجازت اور سپرد کرنے کے مسلمانوں کو اُس میں کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وقف بلا قبضہ دیئے کے پورا نہیں ہوتا۔ کما فی الدر المختار

ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق به ففی المسجد بالافراز

وقف تام نہیں ہوتا، جب تک قبضہ نہ ہو جائے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ نہ فرمایا کہ جب

تک متولی قبضہ نہ کر لے، کیونکہ ہر چیز کی سپردگی اُس کے حال کے مناسب ہوتی ہے مسجد میں اُس کی زمین کو جدا کر دینے سے وقف تام ہو جاتا ہے۔

قال الشامی رحمة الله

قوله ففی المسجد بالافراز ای والصلوة فیه و سیاتی و فی المقبرة بدفن واحد فصاعدا باذنه

ترجمہ قول: مسجد میں اُس کی زمین کو الگ کر دینے سے وقف تام ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس کے ساتھ ساتھ واقف کی اجازت سے اُس میں نماز ادا کرنے سے۔ جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ قبرستان میں واقف کی اجازت سے ایک یا ایک سے زائد مردوں کے دفن ہونے (سے) وقف کامل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب تک باجازتِ واقف یا وکیل واقف ایک یا کچھ زائد مردے اُس میں دفن نہ کر دیئے جاویں کسی مسلمان کو بلا اجازت اُس میں دفن کرنا جائز نہیں۔[20]

غصب

غصب سے مراد ہے کہ زبردستی کسی کی چیز لے لینا۔ دینِ اسلام نے غصب سے منع کیا ہے۔ اس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ درج ہے۔

فتوی نمبر ۱۵۴

سوال: جو اشخاص کسی مسلمان کی موروثی ملکیت کو وقف کرانے پر آمادہ ہوں اور جھوٹے سچے واقعات گھڑ گھڑ کر عام الخلائق کے ساتھ عدالت کو بھی مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہوں اُن کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جو کسی کا مال تلف یا حق تلفی کرائے اُس کے واسطے وعید نار ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف ہے:

قال رسول الله ﷺ من اقتطع حق امرأ مسلم فقد أوجب الله له النار و حرم علیه الجنة فقال له رجل و ان کان شیًا یسیرا یارسول الله ﷺ قال ان کان قضیا من اراك

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق غصب کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے دوزخ کو واجب فرما دیا جنت اُس پر حرام فرما دی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ

تھوڑی سی چیز ہو فرمایا: اگرچہ اراک (پیلو) درخت کی ایک لکڑی ہی ہو۔[18]

عاریہ

عاری کے معنی اُدھار پر اپنی چیز کسی دوسرے کو دینے کے ہیں۔شریعت نے اِس کے اُصول مقرر کیے ہیں۔اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۵۵

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ

۱۔ زیور جو حلوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا۔اُس کو وہ بجنسہ واپس لے سکتا ہے یا اُس میں زکٰوۃ جاری ہوگا۔کیوں وہ مستعار تھا۔

۲۔ مساۃ نے وقتِ وفات شوہر، باپ، ماں، تین بھائی اور ایک بہن چھوڑے ہیں۔

۳۔ دختر کے باپ نے وقت نکاح دوسو روپیہ کا زیور دختر کو پہنایا اور اعلان کیا تھا کہ اُس کو دیتا ہوں لہٰذا اُس زیور کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم؟ بینوا توجروا

جواب: جو زیور جو حلوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا اِس عبارت سے اَمر ظاہر ہے کہ وہ زیور اِس قسم کے مہر سے تھا جو عادۃ و عرفاً شادی کے دن بوقت نکاح شوہر کا باپ یا شوہر کے بزرگ عرفاً دلہن کو شادی کے کپڑوں کے ساتھ دولہا کی طرف سے بھیجا کرتے ہیں۔جس کو ہمارے عرف میں بَری کہتے ہیں۔

علامہ حصکفی درمختار کے صفحہ ۲۹۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ زوج نے زوجہ کو بھیجا تھا اگر زوجہ کہے کہ وہ بطریق مہر کے بھیجا تھا اور زوج کہے بطریق امانت و عاریت بھیجا تھا اور دونوں اپنے دعویٰ پر گواہ پیش نہ کرسکیں تو وہ سامان زیور وغیرہ اگر عرفاً اس جنس سے ہے کہ وہ بطریق مہر دیا جاتا ہے۔[19]

مفقود

مفقود کے معنی کھو جانے، غائب ہو جانے کے ہیں۔فتاویٰ دیداریہ میں شوہر کے کھو جانے سے متعلق مسائل درج ہیں۔اِس باب میں محدث الوری کے دو (۲) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اِس مسئلہ کے کہ اگر کوئی شخص باہر

چلا گیا ہو اور لاپتہ ہو اُس کی زوجہ کتنے دن تک نکاح نہ کرے؟ بینوا توجروا

جواب: صورتِ مسئولہ میں بروایت متون نوے برس تک وہ عورت نکاح نہ کرے اور ظاہر الروایت اور قول مختار یہ ہے کہ اُس کے شوہر کے ہم عمر جب تک نہ مریں اُس کو کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

كما في شرح الوقايه المفقود غائب لم يدر اثره حي في حق نفسه فلا ينكح عرسه الى تسعين سنة و ظاهر الرواية ان تقدر بموت الاقران انتهى مختصرا بقدر الحاجة

ترجمہ۔مفقود وہ غائب ہوتا ہے، جس کا کوئی پتہ نہ چلے۔وہ اپنے حق میں زندہ ہوتا ہے لہٰذا اُس کی بیوی نوے سال تک نکاح نہ کرے۔اور ظاہر روایت یہ ہے کہ اُس کا اندازہ اُس کے ہم عمر لوگوں کے مرجانے سے کیا جائے گا۔[20]

احیاءالموات

احیاءالموات سے مراد بے آباد زمین کو زندہ کرنا ہے۔اِس باب میں بنجر زمین کو آباد کرنا اور زمین کی ملکیت کے مسائل موجود ہیں۔اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۶۰

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ حسب رواج راج و پابندی قانون پیداوار گھاس و پالہ و لکڑی و پتھر پہاڑ ملکیت معافی دار متصور ہوتا ہے۔بدین وجہ معافی دار و دیگر دیہات ملحقہ کے باشندگان کو کہ وہ اپنے مویشی پہاڑ معافی دار میں چراتے ہیں، مانع ہے اور نیاز مند ملازم معافی دار ہے۔پس شرع شریف میں پیداوار پہاڑ ملکیت معافی دار ہو سکتی ہے یا نہیں اور معافی دار کا مانع ہونا بموجب شرع شریف درست ہے یا نہیں؟ آیا پیداوار خود (رو) پہاڑ کی ملکیت عام ہے یا خاص واحد معافی دار؟ اُمید کہ براہِ کرم جواب سے مشرف فرمایا جائے۔

جواب: گھاس خود رو اور خود رو درخت جو فقط جانوروں کے چرانے کے کام آتے ہیں وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو ایسی زمین یا پہاڑ میں ہوں گے جو کسی کا مملوک نہیں۔اندریں صورت اِس چراگاہ کی گھاس پانی وغیرہ سارے مسلمانوں کا برابر کا حق ہے جو چاہے اپنے جانوروں کو چروائے۔خواہ چرانے کو کاٹ لے جائے۔

یا یہ گھاس وغیرہ خودرو نباتات کسی کی زمین مملوکہ میں ہوں گی۔ اندریں صورت بھی اِس گھاس وغیرہ میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ مگر صاحب زمین کو حق ہے کہ اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان کو دوسری جگہ گھاس نہ ملے اور (جانور) اُس کے بھوکے مریں۔ زمین والے پر لازم ہے کہ اگر اپنی زمین میں نہ آنے دے اُس کو کاٹ کر گھاس دے دے۔ یا اُس کو آنے کی اجازت دے دے اور کہہ دے کہ گھاس لے جا مگر کھیت کی دیوار وغیرہ نہ خراب ہو۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نے گھاس پالہ وغیرہ کاٹ کر رکھا ہے۔ متفرق خواہ ایک جگہ جمع کر کے یا گھاس اُس کے بونے اور لگانے سے اگ آئے وہ فقط اس کاٹنے والے اور بونے والے کی ملک ہے۔ اُس میں کسی کا حق نہیں۔ بہر نہج پانی اور خودرو گھاس وغیرہ اور آگ تینوں کا ایک حکم ہے۔ چنانچہ کتاب احیاء الموت درمختار اور شامی کے صفحہ ۳۱۲ جلد خامس میں ہے:

المسلمون شرکاء فی ثلاث فی الماء ع الکلاء و النار

ترجمہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں (۱) پانی، (۲) گھاس، (۳) آگ

قال الشامیؒ:

قولہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں یعنی اُن کی شرکت اباحت کے اعتبار سے ہے نہ کہ ملک کے لحاظ سے۔ لہٰذا جو شخص اِن میں کسی چیز کو پہلے کسی برتن وغیرہ میں ڈال لے، یا اکٹھا کر لے وہی اُس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور وہ چیز اُس شخص کی ملک ہوگی۔ کسی دوسرے کی ملکیت میں نہ رہے گی۔ اِس کے لیے دوسرے کو ملک بنانے کے تمام طریقوں سے اُس کا مالک بنانا جائز ہے۔ مرنے کے بعد وہ چیز اُس کی وراثت قرار پائے گی۔ اُس میں اُس شخص کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کی اجازت کے بغیر اُس چیز کو لے گا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور جب تک کسی آدمی نے حاصل کرنے کے لیے اُس کی طرف سبقت نہ کی ہو وہ مسلمانوں کی جماعت کے لیے مباح ہے۔ جو شخص اُسے اپنی ذات کے لیے لینا چاہے لے سکتا ہے۔ کسی کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

اور صفحہ نمبر ۳۱۲ شامی جلد خامس میں ہے:

ترجمہ: پھر گھاس کے بارے میں گفتگو چند طرح سے ہے۔

۱۔ گھاس کی سب سے عام صورت یہ ہے کہ یہ ایسی جگہ پیدا ہوئی ہو جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ تو اُس صورت میں سارے لوگ وہاں مویشی چرانے اور اسے کاٹنے میں

شراکت کا حق رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ سمندروں کے پانیوں میں سب کا حق مشترکہ طور پر ہے۔

۲۔ اس سے خاص تر یہ صورت ہے کہ وہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں مالک کے اُگانے کے بغیر خود بخود اُگی ہو تو اُس کا حکم بھی وہی ہے ہاں مالکِ زمین کو حق حاصل ہے وہ اوروں کو اپنی زمین میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے۔

۳۔ اور درج بالا دونوں صورتوں سے خاص تر یہ صورت ہے کہ گھاس اُس نے اکٹھا کیا ہو یا اُس نے اپنی زمین میں اُگایا ہو تو یہ گھاس اُس کی ملک ہے۔ کسی شخص کو کسی طرح سے اُسے حاصل کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے عمل سے حاصل ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ [۲۱]

نکاح

ایک مکمل عائلی زندگی کے لیے نکاح کرنا بہت ضروری ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے نکاح کرنے پر بہت زور دیا ہے، نکاح کرنا سنتِ رسول ﷺ بھی ہے۔ فقہ میں نکاح پر متعدد کتب موجود ہیں۔ اِس فتاویٰ میں نکاح کے چیدہ چیدہ مسائل درج ذیل ہیں۔

اس باب میں محدث الوری کے ۱۹ (انیس) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱۸۴

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس بارے میں کہ جس وقت لڑکی کا عقد ہوا تھا اُس وقت لڑکی کی عمر ۷ برس تھی۔ اب اُس کے عقد کو چھ برس کا عرصہ ہو گیا ہے۔ لڑکی عقد کے بعد سے چھ برس برابر اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی رہی۔

اب قریب دو برس سے لڑکی کے والدین نے لڑکی کو روک لیا ہے اور لڑکی کے والدین لڑکی کو انگریزی اُردو کی تعلیم کے لیے اسکول بھیجتے ہیں۔ لڑکی کا شوہر چاہتا ہے کہ میری زوجہ کو انگریزی اُردو کی تعلیم نہ دی جائے۔ سوائے قرآن شریف کے اور ضروری مسائل دینیات کے انگریزی، وغیرہ کی تعلیم نہ دلائی جائے۔ میں انگریزی کے سخت خلاف ہوں۔ لڑکا دو برس کے درمیان میں اپنے سسرال برابر آتا جاتا رہا۔ اب جبکہ لڑکے نے اپنی زوجہ اپنے سسرال والوں کو انگریزی اُردو تعلیم دینے سے منع کیا تو لڑکی کے والدین نے اُس کے شوہر کو اپنے مکان پر آنے سے

روک دیا ہے۔ اب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم وغیرہ کا اختیار اُس کے شوہر کو ہے یا لڑکی کے والدین کو؟

جواب: بعد ادا کردینے مہر معجّل کے جس کو فی زمانہ مہر عند الطلب کہتے ہیں شوہر کو اختیار ہے جہاں خود رہے وہاں اپنی بیوی کو رکھے۔ علیٰ ھذا اگر معجّل نہ ہو بلکہ مہر موجل ہو جب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ جہاں خود رہے وہاں اپنی منکوحہ کو رکھے۔ البتہ قبل ادائے مہر معجّل یعنی مہر عند الطلب عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے ساتھ نہ جائے۔ اُس کو اپنے پاس آنے سے منع کر دے۔ چنانچہ صفحہ ۴۲۸ صفحہ ۲۵ ہدایہ مطبوعہ مصر مع الشروح الاربعہ میں ہے:

> خاوند نے جب تک پورا مہر نہ دیا ہو تو اپنی بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا۔
>
> اور جب اپنی بیوی کو پورا مہر ادا کر دے تو وہ اُسے جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کو وہاں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرے اپنی استطاعت کے مطابق

لہٰذا بعد ادائے مہر معجّل اور بصورت مہر کے موجل ہونے کے بجز اپنا حق قرض وغیرہ وصول کرنے کے یا دوسرے کا حق قرض وغیرہ ادا کرنے یا ہر جمعہ کو اپنے والدین سے ملنے کے یا سالانہ اپنے محرم بھائی، چچا، ماموں، وغیرھم کے ملنے بقدر ضرورت بلا اجازت شوہر کے کہیں نہیں جا سکتی۔ اور علاوہ اُمورِ مذکورہ اگر نامحرم اجنبیوں کے گھر عیادت یا شادی میں جانے کی شوہر اجازت دے بھی دے اور وہ چلی جائے تو میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ صفحہ ۲۹۰ درمختار مطبوعہ مصر علیٰ ہامش ردالمحتار میں ہے:

> عورت مہر کامل طور پر وصول کر لینے کے بعد گھر سے، اپنا حق وصول کرنے یا کسی کا حق ادا کرنے یا ماں باپ کی ہر جمعہ کو ملاقات کرنے یا ہر سال اپنے محرم رشتہ داروں کی ملاقات کے بغیر نہیں نکل سکتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ دایہ ہو یا غسل دلانے والی ہو تو بھی اُس کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ اِن کے علاوہ باقی اُمور کے لیے باہر نہیں نکل سکتی اور اگر مرد اُسے اور کاموں کے لیے نکلنے کی اجازت دے گا تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔
>
> قولہ: عورت دیگر اُمور کے لیے نہیں نکل سکتی جیسا کہ اجنبی غیر محرموں کی ملاقات اُن کی

بیماری پرسی اور ولیمہ کے لیے نہیں جا سکتی۔ خاوند اُسے اُن کی اجازت نہ دے اور نہ ہی وہ اِن اُمور کے لیے گھر سے باہر جائے۔

اور علامہ شامی علاوہ اُمور مذکور حج فرض کے واسطے اگر اپنے کسی محرم باپ، بھائی وغیرہ کے ساتھ ہو اور ماں باپ اگر سخت بیمار یا کوئی اُن کا خدمت گزار بجز اُس بیٹی کے نہ ہو تو اُن کی خدمت کے واسطے یا کوئی ایسا ہی سخت حادثہ گھر میں ہی پیدا ہو مثلاً آگ لگ جائے یا چور گھس آئیں اور بے حرمتی یا جان کا خوف ہو جب بھی بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کو شرح قول درمختار فلا تخرج میں جائز تحریر فرماتے ہیں۔

اور صورتِ مسئولہ میں اوّل تو ظاہر ہے کہ بعد بالغ ہونے لڑکی کے بھی شوہر کو زوجہ کے پاس آمد و رفت سے زوجہ کی جانب سے ممانعت ہے اور اب تک ہے۔ بلکہ لڑکی کے والدین کی جانب سے یہ ظلم بے جا ہے۔ لہٰذا اگر نکاح نابالغہ بولایت دیگر اولیاء علاوہ باپ کے ہوتا جب بھی حق فسخ ساقط ہو چکا۔ مگر یہاں تو بمقتضائے سوال بولایت باپ نکاح نابالغہ ہوا ہے، جو کسی طرح فسخ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اسکول وغیرہ میں لڑکی نہ اپنی خوشی سے جا سکتی ہے نہ لڑکی کے والدین کو بلا اجازت شوہر اسکول وغیرہ میں بھیجنے کا اختیار۔ اور اگر شوہر بھی تحصیل انگریزی وغیرہ کے واسطے کہ جہاں جانے سے فی زمانہ حال مکرر سہ کرر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں خود سر، بے حیا، بے دین جاتی ہیں۔ اسکول وغیرہ میں جانے کی اجازت دے دے گا اور عورت اسکول میں جائے گی تو میاں بیوی دونوں بموجب روایتِ مذکور درمختار گناہ گار ہوں گے۔ لڑکی کے ماں باپ کو تو لڑکی پر ایسی تکلیف پہنچا دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں۔[۳۳]

طلاق

طلاق کے معنی ترک کرنا یا چھوڑنا کے ہیں۔ فقہ میں طلاق سے مراد ہے کہ آدمی اپنی منکوحہ کو دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کی قید سے آزاد کر دے۔ فتاویٰ دیداریہ میں طلاق کے کچھ مسائل اور اُن کا حال درج ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کے پندرہ (۱۵) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۰۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس بارے میں کہ زید نے بحالت دیوانگی جس سے تمام شہر واقف ہے اپنی زوجہ کو طلاق لکھ دی تو اندریں صورت طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر فی الواقع بحالتِ دیوانگی و بیہوشی شخص مذکور نے طلاق دی تھی یا لکھ دی تھی یا لکھوا دی تھی اور فی الحقیقت اُس کے ہوش و حواس اور عقل سالم نہ تھی تو یہ طلاق بالکل واقع نہیں ہوئی۔ اور اُس کی زوجہ بدستور اُس کے نکاح میں ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

نابالغ لڑکے، پاگل اور سوئے ہوئے آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے نابالغ اور پاگل اخ کے علاوہ ہر مرد کی طلاق جائز ہے۔[23]

خلع

خلع کا مطلب ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور خاوند کا علیحدگی پر رضامند ہونے کو خلع کہتے ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۰۷

سوال: از ہجرت پور مخدوم و مکرم مولانا دیدار علی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکات، عرض یہ ہے کہ میری لڑکی کو اُس کے شوہر نے عرصہ سے تنگ کر رکھا تھا۔ اور عرصہ تین سال سے میرے مکان پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور تین چار ماہ ہوئے جب اُس نے دوسری شادی بھی کر لی۔ اِس لیے میری لڑکی خلع چاہتی ہے یہاں پر عدالتیں ہندو ہیں وہ خلع کی ڈگری دیں گی تو کیا شرع سے اُن کی ڈگری جائز ہوگی۔؟

جواب: خلع شریعت میں اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ لفظ خلع یا لفظ طلاق کے ساتھ کم از کم دس درہم یا اُس سے زیادہ جس قدر رچاہے نقد یا جنس کے عوض میں۔

چنانچہ بحرالرائق مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷ جلد رابع میں ہے:

خلع نکاح سے علیحدگی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ اور مال کی شرط پر طلاق کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ طلاق بائن ہوتی ہے اور عورت پر مال لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا خلع کے ساتھ ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جس قدر بہ رضامندی طرفین معاوضہ طلاق ٹھہر جائے عورت پر اُس کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ اِس واسطے حاکم سے حکم لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

البتہ اگر مرد بعوضِ مال یا بعوضِ معافی مہر بھی طلاق نہ دے تو ایسی صورت میں حاکم پر لازم ہے کہ اُس کو مجبور کر کے اُس سے جبراً یہ کہلوا دے کہ میں نے اپنی بیوی مسماۃ فلاں کو طلاق

دی۔ اِس واسطے کہ طلاق جبراً کہلوا دینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ پھر تین حیض گزر جانے کے بعد اُس کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔[24]

ظہار

ظہار کا مطلب ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے کہ "تو مجھ پر میری ماں یا بہن جیسی ہے" لیکن اِس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ فتاویٰ دیداریہ میں ظہار سے متعلق چند مسائل درج ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے دو (۲) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۰۹

سوال: بخدمت شریف جناب علمائے دین صاحب بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ خاوند اور بیوی میں جھگڑا ہوا۔ بیوی اپنے خاوند سے الگ ہو کر پردیس چلی گئی۔ بعد ایک سال کے واپس آئی۔ لوگوں نے سمجھا کر خاوند اور بیوی کا ملاپ کرا دیا۔ بعد چند روز کے پھر بیوی جھگڑا کر کے اپنے باپ کے ہمراہ چلی گئی۔ پھر خاوند جا کر بیوی کو اپنے سسر کے ہاں سے لے آیا۔ پھر دو چار روز کے بعد جھگڑا ہوا اور اس بات پر کہ خاوند ذرا دیر سے مکان پر آیا تو بیوی نے تم کہاں تھے خاوند نے کہا کہ میری اب تو ماں بہن کے برابر ہے بیوی نے کہا آج کل کا زمانہ ایسا ہی ہے کہ ماں بہن کہتے جائیں اور گھستے جائیں۔ تو خاوند نے غصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ میں تجھ کو بھی ماں بہن کے برابر سمجھتا ہوں۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر مراد اُس کی یہ تھی کہ تجھ کو میں مثل اپنی ماں کے بزرگ سمجھتا ہوں جب تو اُس کے کہنے سے کچھ نہیں۔ اور اگر مراد یہ تھی کہ تیری پیٹھ پر بغرض وطی سوار ہونے کو مثل اپنے ماں کی پیٹھ کی سواری کے بغرض فعل بد حرام سمجھتا ہوں جس کو ظہار کہتے ہیں تو اُس کو اُس بیوی سے جب تک ہم بستری حرام رہے گی جب تک کفارۂ ظہار نہ دے لے۔ اور وہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اگر اُس کی طاقت نہ رکھے تو دو مہینے کے روزہ رکھنا ہے پے در پے اِس طرح کہ بیچ میں ایک دن بھی افطار نہ کرے۔ اور اگر بوجہ بڑھاپے یا مرض کے مطلقاً روزہ کی طاقت نہ رکھے ساٹھ مسکینوں کو دو دفعہ تر کاری سے پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین سوا تین چھٹانک دو سیر گیہوں دے دینا ہے۔

مگر غالباً جہاں اِس کہنے سے بحسب عرف یہ دونوں بات مراد نہیں ہوتے بلکہ اکثر اس کہنے سے مراد طلاق ہوتی ہے۔ بہر نہج اگر اُس کی مراد طلاق تھی تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی لہٰذا

اگر یہی مراد ہے تو اُس کو چاہیے کہ کم از کم دو گواہوں کے روبرو پھر سے نکاح یعنی ایجاب و قبول کر لے۔ اور اگر وقت کہنے ان کلمات کے کچھ بھی نیت نہ تھی تو نہ کفارہ کی حاجت نہ جدید نکاح کی ضرورت۔

چنانچہ صفحہ ۵۲۶ سے صفحہ ۵۲۴ درمختار مطبوعہ مصر علی ہامش ردالمختار میں ہے:

اگر عورت کو یہ کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا مجھ پر ماں کی طرح ہے مراد لی اور اسی طرح "مجھ پر" کے الفاظ کو حذف کر کے باقی الفاظ کہے اور مراد اس سے بزرگی یا ظہار یا طلاق کی ہو تو اس کی نیت درست ہے اور جس کی نیت کی وہی واقع ہو گا کیونکہ یہ لفظ کنایہ کا ہے۔ اور اگر کچھ نیت نہ کی یا "طرح" کے لفظ کو حذف کر کے کہا تو یہ کلام لغو ہے اور پہلی صورت یعنی بزرگ مراد ہونا متعین ہو جائے گا۔ [۲۵]

عنین

عنین سے مراد ایسا مرد جماع پر قادر نہ ہو۔ اِس باب میں عنین کے متعلق احکام درج ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۱۰

سوال: علمائے دین اِس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ فدویہ کا نکاح زمانہ نابالغی میں ہوا اور نکاح کو عرصہ قریب پانچ سال کا ہو چکا ہے۔ اور فدویہ اب تین سال خاوند کے مکان پر رہی بالغ ہوئی۔ پھر فدویہ کو معلوم ہوا کہ میرا خاوند بالکل نامرد ہے یعنی عورت کے قابل نہیں ہے۔ مجبوراً میں نے اُس سے طلاق چاہی تو اُس نے جواب دیا کہ میں تجھ کو طلاق ہرگز نہ دوں گا۔ ناچار میں اپنے بھائی کے گھر آ گئی۔ اور مجھ کو بھائی کے پاس آئے ہوئے دو سال کا زمانہ ہو چکا۔ اور برادری فدویہ کا اب تنگ کفیل ہے اور بہت قلیل معاش ہے۔ اِس وجہ سے عدالت میں چارہ جوئی کرنے سے معذور ہوں۔ میں اب نکاح ثانی کرنا چاہتی ہوں۔ نکاح کے بارے میں مجھ کو کیا حکم ہے؟ مہر موجل مبلغ ۲۰۰ روپیہ ہے۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں زن مدعیہ کی خاوند بھی تصدیق کرے کہ بے شک میں جماع نہیں کر سکتا تو وقتِ دعوٰی سے حاکم اُس کو علاج کے واسطے ایک برس کی مہلت دے بعد ایک سال اگر وہ جماع پر قادر ہو جائے فبہا ورنہ حاکم یعنی قاضی اگر وہ طلاق نہ دے اور عورت طالب تفریق ہو تو

قاضی دونوں میں تفریق کرا دے۔ اور یہ تفریق قائم مقام ایک بائن طلاق کے ہو جائے گی۔ پھر یہ بعد انقضاء عدت یعنی تین حیض کے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اور اس کے ساتھ شوہر اگر خلوت صحیحہ کر چکا ہے تو شوہر پر مہر کامل واجب ہو گا۔

کمافی شرح الوقایہ:

اگر خاوند یہ اقرار کرلے کہ وہ اپنی زوجہ سے جماع نہیں کر سکا تو صحیح قول کی رو سے حاکم اُسے ایک قمری سال تک مہلت دے گا۔ اگر اس عرصہ میں بھی وہ اُس سے جماع پر قادر نہ ہوا تو بیوی اگر مطالبہ کرے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا اور اِس تفریق سے ایک طلاق سے وہ بائن ہو جائے گی۔ اور عورت پورے مہر کی مستحق ہے اگر خاوند نے اُس سے خلوت کی اور عدت بھی واجب ہو گی مختصراً۔

اگر باہم اختلاف واقع ہو اور عورتیں اُس عورت کو دیکھ کر کہہ دیں کہ یہ باکرہ تو نہیں ہے بلکہ مثل اُس عورت کے جس کے ساتھ جماع ہوتا ہے یعنی ثیبہ ہے تو مرد کو قسم دلوائی جائے گی کہ میں اُس سے جماع کر چکا ہوں اگر وہ قسم سے انکار کرے یا عورتیں کہہ دیں کہ یہ باکرہ ہے اُس کو مہلت ایک سال کی علاج کے واسطے دی جائے۔ اگر وہ اُس عورت سے جماع کرنے پر قسم کھائے اور عورتیں بھی اُس کو ثیبہ بیان کریں تو عورت کا حق تفریق باطل ہو جائے گا اور اسی کی زوجیت میں رہے گی۔

چنانچہ شرح وقایہ میں ہے:

اگر جماع کے بارے میں میاں بیوی اختلاف کریں اور وہ بیوی ثیبہ ہو یا وہ باکرہ ہو لیکن عورتوں نے اُس کا معائنہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ثیبہ ہے تو خاوند سے قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم اٹھا لے تو بیوی کا تفریق کا حق باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خاوند قسم اٹھانے سے انکار کر دے یا عورتوں نے معائنہ کے بعد کہا کہ بیوی باکرہ ہے تو خاوند کو مہلت دی جائے گی۔ [۲۶]

عدت

انسانوں کی گنی ہوئی جماعت کو عدۃ کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے یعنی اُس کے گنے ہوئے دن۔ عورت کی عدت سے مراد وہ ایام ہیں کہ جن کے گزر جانے کے بعد اُس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کے تین (۳) فتاویٰ درج ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۱۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کا عقد ایک شخص نابالغ مسمّی غفور خان سے ہو گیا۔ عرصہ چار یوم کا ہوا کہ اصغری نابالغہ کی مادر نے غفور خان سے جواب ۲۲ برس کی ہے طلاق تحریری و زبانی حاصل کر لی ہے۔ اب اُس کی والدہ اصغری نابالغہ دختر اپنی کا عقدِ ثانی کرنا چاہتی ہے۔ اِس حالت میں نابالغہ لڑکی کو آیا ایامِ عدت پورا کرنے کی شرعاً ضرورت ہے یا نہیں۔؟ اور بلا ایامِ عدت پورا کیے بولایت مادر نابالغہ کا عقد دیگر ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

جواب: نابالغہ کی عدت تین مہینہ ہے۔ بعد تین ماہ کے، علاوہ ماں کے، اور کوئی ولی اقرب اُس کا نکاح کر سکتا ہے۔

کمافی الکنز: طلاق ہو جانے یا نکاح کے فسخ ہو جانے پر عورت کی عدت تین حیض ہے اور اگر اُسے حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہے۔[217]

حضانہ

طلاق کے بعد بیوی کا بچوں کی کفالت کرنا حضانہ کہلاتا ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کے دو (۲) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۱۷

سوال: ایک لڑکی ڈھائی برس کی ہے جس کے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بہن، خالہ سب کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقط اُس کے قرابتیوں میں سے یہ رشتہ دار باقی ہیں، اُس کی ماں کا ماموں اور تین چچا تایا اور تین پھوپھی اندریں صورت اِن قرابتیوں میں سے حقِ پرورش کس کا ہے۔؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں مستحق پرورشِ دختر مذکورہ پھوپھیوں میں سے وہ پھوپھی ہے جس کا شوہر بھی لڑکی نابالغہ کا ذی رحم محرم یعنی رشتہ دار قریب ہو یا وہ پھوپھی جو بیوہ ہو۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۳ ہدایہ مطبع یوسفی میں ہے:

اگر نابالغ کی ماں موجود نہ ہو تو نانی، دادی کی نسبت پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔ اگر نانی موجود نہ ہو تو دادی بہنوں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔ اگر نانی دادی نہ ہو تو پھوپھیوں اور خالاؤں سے بہنیں زیادہ حق رکھتی ہیں۔ اُن کے بعد پھوپھیوں سے خالائیں زیادہ حق دار ہیں اور خالاؤں کے بعد پھوپھیاں پرورش کرنے کی مستحق ہیں۔ اور اگر نہ کوئی پھوپھی بیوہ ہے اور نہ ایسی ہے کہ اُس

کا شوہر بھی لڑکی نابالغہ مذکورہ کا ذی رحم محرم ہو تو پھر پھوپھی کا بھی حق پرورش نہ رہے گا۔

کمافی الھدایۃ المذکور:

پرورش کرنے کی حقدار اُن عورتوں میں سے جو بھی نکاح کر لے تو اُس کا حق پرورش ساقط ہو جاتا ہے مگر جدہ (نانی یا دادی) اگر اُس کے ساتھ جد (نانا یا دادا) نکاح کر لے تو اُس پر یہ حق ساقط نہ ہو گا اور اسی طرح ہر اُس زوج کے باعث یہ حق ساقط نہ ہو گا جو بچہ کا ذی رحم محرم ہو۔ اور بصورت نہ ہونے ایسی پھوپھیوں کے حق پرورش تینوں چچا تایوں سے اُس کا ہے جو زیادہ نمازی پرہیز گار اور اگر تقویٰ میں تینوں برابر ہوں تو حق پرورش اُس کا ہے جو ان میں زیادہ عمر رسیدہ ہو۔[218]

نفقہ

طلاق کے بعد شوہر کا بیوی کو خرچہ دینا نفقہ کہلاتا ہے۔ فتاویٰ دیداریہ میں نفقہ کے چیدہ چیدہ مسائل درج ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے چار (۴) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۲۰

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس بارے میں کہ زید کی زوجہ منکوحہ بلا اجازت میکے میں چلی گئی اور وہیں جا گزین ہے۔ زید نے چند بار بلایا نہیں آتی ہے۔ لہٰذا اِس صورت میں نان و نفقہ زوجہ مذکور کا زید پر واجب ہے یا نہیں ؟

جواب: جو عورت بلا حق شرعی بلا اجازت شوہر کے گھر سے چلی جائے اور باوصف بار بار بلانے کے اُس کے گھر آنے سے انکار کرے وہ شرعاً ناشزہ ہے۔ جب تک شوہر کے گھر نہ آئے اُس کا نان و نفقہ شوہر پر واجب نہیں رہتا۔

کمافی الدرالمختار: خاوند کے گھر سے ناحق نکل جانے والی کا نفقہ خاوند کے ذمہ نہیں ہوتا۔ وہ محروم ہے جب تک واپس لوٹ کر نہ آ جائے۔[219]

شکار و ذبح

دینِ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں انسانوں کے لیے مکمل رہنمائی دی ہے۔ اور انسانوں کے لیے حلال و حرام کی مکمل رہنمائی کی ہے کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام۔ اور اگر حلال جانور کو بھی اسلامی طریقے سے نہ کاٹا جائے تو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے۔

محدث الوری نے فتاویٰ دیداریہ میں چیدہ چیدہ مسائل بیان کیے ہیں۔ جس میں جانور کا

شکار کرنا اور بندوق سے شکار کرنے کے مسائل شامل ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے دو (۲) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۲۷

سوال: اگر ایک غیر مسلم یا ہندو جو تکبیر مجوزہ شرع محمدی پڑھ کر بندوق سے شکار کرے حلال جانور کا اور وہ جانور مرجائے اور حلال کسی مسلمان کی چھری سے نہ ہو سکے تو جانور حلال ہوا یا حرام؟

جواب: مشرک کا کیا ہوا شکار خواہ بسم اللہ کہہ کر تیر یا بہ چھایا بغیر بسم اللہ کے ہرگز حلال نہیں ہوتا۔ اِس واسطے شکار حلال ہونے کی شرط شکاری کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ كما هو ظاهر من تتبع الكتب الفقهية[۳۰]

قربانی

قربانی دینِ اسلام کے شعائر میں سے ایک شعار ہے۔ اِس کی مشروعیت کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ مسلمان ہر سال ۱۰، ذوالحج کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے حلال جانور قربان کرتے ہیں، اِس کو قربانی کہتے ہیں۔

فتاویٰ دیداریہ میں قربانی سے متعلق چند مسائل پیش ہوئے ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کے پانچ (۵) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۳۱

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی (کے گوشت اور کھال) کو قربانی کرنے والا خود فروخت کر کے کسی کو دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو ایک شخص کو یا کئی شخص کو؟

جواب: جس طرح قربانی کے گوشت اور کھال کو اپنے اور اہل وعیال کے خرچ میں لا سکتا ہے قربانی کے گوشت یا کھال کو بیچ کر اُس کی قیمت کے درہموں کو اپنے اور اہل وعیال کے خرچ میں نہیں لا سکتا۔ اِس واسطے جمہور فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے یا اپنے اہل وعیال کے خرچ میں لانے کی نیت سے قربانی کی کھال کا بیچنا مکروہ ہے اور ناجائز۔ اور اگر بہ نیتِ تصدق علی الفقراء بیچی چونکہ بہ نیتِ صدقہ بیچنا اور صدقہ کرنا بھی عبادت ہے بلا تکلف جائز ہے۔ خواہ بیچ کر اُس کی قیمت ایک مسکین کو دی خواہ زیادہ کو۔[۳۱]

اکراہ

کسی کے ساتھ ناحق ایسا فعل کرنا کہ وہ شخص ایسا کام کرے جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا اور اگر وہ نہ کرے گا تو اُس پر جبر کیا جائے اور اُس ڈر سے وہ کام کردے۔

فتاویٰ دیداریہ میں اکراہ سے متعلق جو مسائل پیش ہوئے ہیں وہ زوجہ سے مہر معاف کروا لینے کے متعلق ہیں۔ اِس باب میں محدث الوری کا ایک فتویٰ شامل ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۳۲

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس صورت میں کہ زید نے بحالتِ خلوت اپنی زوجہ سے با صرار یہ کہا کہ میرے ذمہ جو تیرا مہر لازم ہے اُس کو معاف کردے۔ لیکن اس کہنے میں الفاظِ تخویف و تہدید نہ تھے۔ زوجہ کو بوجہ خلوت اندیشہ ہوا کہ اگر اس وقت الفاظ معافی نہیں کہتی ہوں تو شوہر مجھ کو ایذا و ضرر پہنچا دے گا۔ اِس خیال سے اُس نے اُس وقت الفاظ صرف زبان سے ادا کردیئے لیکن دل میں معافی مہر پر ہرگز راضی نہ تھی۔ چنانچہ دوسرے وقت عورت نے اپنے عزیز و اقربا سے اس ہی طرح بیان کیا۔ پس ایسی صورت میں عند الشرع معافی مہر مانی جائے گی یا نہیں؟

جواب: مطلقاً دیون کی معافی بالاکراہ صحیح نہیں اور مہر بھی بجملہ دیونِ واجبہ ہے۔ لہٰذا یہاں بھی صورتِ اکراہ غیر معتبر رہے گی۔

قال فی الدر المختار: اکراہ کے ساتھ اپنے مقروض کو قرض سے بری قرار دینا درست شمار نہ ہوگا۔ پھر صورتِ مسئولہ میں اکراہ کا تحقق صرف اَمر سے ہو جاتا ہے، اگر زوجہ کو اُس کے خلاف کرنے میں کسی قسم کی مضرت کا اندیشہ ہو، کچھ الفاظ تہدید و تخویف کے ضروری نہیں۔[۳۲]

سیر

سیرۃ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی چلن پھرنا یا راستہ کے ہیں اور سیرت کی جمع سیر ہے۔ موجودہ دور میں سیرت یا سیرۃ سے مراد حضور اکرم ﷺ کی سوانح ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کے سات (۷) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۳۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بابت اِس مسئلہ کے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا قائل نہیں ہے بلکہ اب بھی بعض لوگوں کو نبی مانتا ہے لہٰذا نص قطعی سے

جواب باصواب دے کر ماجور ہوں۔ والسلام

جواب: اللہ عزوجل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [۳۳]

"اور اے لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔"

لہٰذا جو شخص حضور ﷺ کو خاتم الانبیا والمرسلین نہیں مانتا وہ منکر ہے۔ اِس آیت کلام اللہ کا۔ اور منکر ایک بھی آیت کلام اللہ کا کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہے اور مرتد کے احکام بہ نسبت کافر کے بہت سخت ہیں۔[۳۴]

حظر واباحت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ دینی و دنیاوی لحاظ سے زندگی کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں جس کے متعلق اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو۔ شریعت کی اصطلاح میں حظر واباحت سے مراد ہے کہ شرح حدود کیا ہیں، کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام ہے؟ اور کن باتوں میں شرعی رخصت ہے۔ اِس باب میں محدث الوری کے گیارہ (۱۱) فتاویٰ شامل ہیں۔

فتویٰ نمبر ۲۵۲

سوال: اجنبی مرد کا جھوٹا پانی یا کھانا اجنبی عورت کو پینا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح اجنبی عورت کا اجنبی مرد کا؟

جواب: مکروہ ہے چنانچہ صفحہ ۳۰ درمختار مطبوعہ مع ردالمحتار میں ہے۔ عورت کے لیے اجنبی مرد کا جھوٹا اور مرد کے لیے اجنبی عورت کا جھوٹا مکروہ ہے۔

قال الشامی:

قولہ: مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الطہارت میں جھوٹے پانیوں کے احکام میں گزر چکا ہے۔ اور کراہت کا باعث اُس میں جیسا کہ الرحمتی میں اسی مقام پر فرمایا کہ ایسی صورت میں مرد، اجنبی عورت کے اجزاء میں کچھ جو کہ اس کا پانی میں ملا ہوا تھوک ہے کے استعمال کرنے کا مرتکب ہوگیا۔ اگر عورت پانی پیے تو اُس کا عکس ہوگا جو کہ جائز نہیں ہے۔ اِس پر گفتگو پہلے ہم کر چکے ہیں اس کی طرف رجوع کیجیے۔ امام رملی نے فرمایا اس حکم کو بیوی اور محرم عورتوں کے علاوہ دیگر

مستورات کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے۔[۳۵]

میراث

میراث کی جمع مواریث کے ہیں جس کے معنی ترکہ ہیں یعنی وہ مال و جائیداد جو میت چھوڑ کر مرے اور اب اُس مال کا وارث کون بنے گا اور کس کو کتنا حصہ ملے گا؟ اِس باب میں محدث الوری کے سب سے زیادہ فتاویٰ موجود ہیں جن کی تعداد ۶۹ ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۷۷

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا۔ اور تین فرزند ایک بیوہ اور ایک دختر زوجہ اول سے ورثاء وقتِ وفات اپنی کے چھوڑے۔ اور جو زیور کہ نقرئی وطلائی اپنا از مکسوبہ متوفی نے اپنی زوجہ مذکورہ یعنی موجودہ کے واسطے بنوایا تھا، وہ سب اُس نے اُس کو پہنا دیا۔ چنانچہ کل زیور بقبضہ بیوہ متوفی کا ہے اور نیز ایک جائیداد بحق بیوہ مذکورہ اور ایک جائیداد بحق فرزندان مذکوران متوفی کے ہبہ کردی کہ جو اُن کے قبض وتصرف میں موجود ہے۔

علاوہ زیور و ہر دو جائیداد موہوبہ مذکورہ کے اور جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ واثاث البیت، جو جنوز باقی ہے ان میں کون کون حقدار شرعی ہے؟ اور کس قدر بقیہ جائیداد متوفی میں ہر وارث کو شرعی حق پہنچتا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ اگر زید نے بحالت صحت وتندرستی بیوی کو زیور ہبہ کر کے پہنا دیا یا بموجب عرف اپنی قوم کو یہ سمجھ کر کہ پہنا دینا بمنزلہ ہبہ کر کے قبضہ دے دینے کے ہی قائم مقام سمجھا جاتا ہے، پہنا دیا وہ ملک زوجہ زید ہوگیا۔ اُس میں کسی وارث کا حق باقی نہیں رہا۔ ماسوائے اُس کے جو کچھ ملکیت منقولہ وغیرہ منقولہ زید ہے اُس کے بعد ما تقدم علی الارث ادائے دین مہر وقرض وغیرہ آٹھ حصہ کر کے اُس میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے گا اور ایک حصہ دختر زید کو باقی چھ حصے علی السواء تینوں بھائی باہم لیں گے۔ صورت ھکذا

زید مسئلہ ۸

میت

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۲	۱ [۳۶]

تاریخ وسوانح

فتاویٰ دیداریہ اصل میں فقہی مسائل پر مشتمل ہے لیکن عوام الناس متفیان کرام سے تاریخ وسوانح سے متعلق بھی سوال کر لیتے ہیں جن کا جواب آپ بڑے احسن طریقے سے دیتے ہیں۔

فتویٰ نمبر ۳۴۳

سوال: عرض حال یہ ہے کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب نے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان ؓ کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں پڑی رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نعوذ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی۔ مولوی صاحب اس واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ بتلاتے ہیں۔ لہٰذا مفصل تحریر فرمایئے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے جو دریافت کیا گیا تو وہ ایسا تحریر فرماتے ہیں۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

حضرت زبیر بن بکار نے فرمایا کہ حضرت عثمان ؓ کی بیعت ۲۹ ذی الحجہ ۲۳ھ کو کی گئی۔ جمعہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ کو عصر کے بعد آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے مابین آپ کو دفن کیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں امیر المومنین ذوالنورین ؓ دسویں طعن میں اول ملاعین سے نقل کیا کہ: ''بعد مارے جانے کے تین روز اسی طرح پڑا رہنے دیا کسی نے دفن نہیں کیا۔'' کتوں کا لفظ اس طعن میں نہیں ہے۔ پھر جواب میں بہت سی روایت ذکر کر کے فرمایا:

اور انہیں چند روایات سے ثابت ہوا کہ تین روز لاش عثمان کا پڑا رہنا جو کہتے ہیں یہ بھی محض افتراء و دروغ ہے۔ سب تواریخ دانوں نے اس بات کو جھوٹا ٹھہرایا ہے۔ تکذیب اس کی تواریخ میں موجود ہے۔ اس واسطے کہ سب مورخ متفق ہیں کہ جمعہ کے دن اٹھارہویں ذی الحجہ کو بعد عصر عثمان ؓ کو شہید کیا گیا اور دوشنبہ کی شب بقیع میں دفن کیا بے شبہ۔

مجھے اپنے بارے میں گمان ہے کہ میں نے بعض اپنی جدید تعلیقات میں لکھا ہے کہ یہ بھی (حق سے) تجاوز ہے۔ ہاں مقبول اور مشہور روایات کے مقابلہ میں مجہول اور منکر روایات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جواب: استیعاب ابن عبدالبر و تاریخ طبری کے دیکھنے سے جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تاریخ شہادت اور تاریخ دفن میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ علامہ طبری

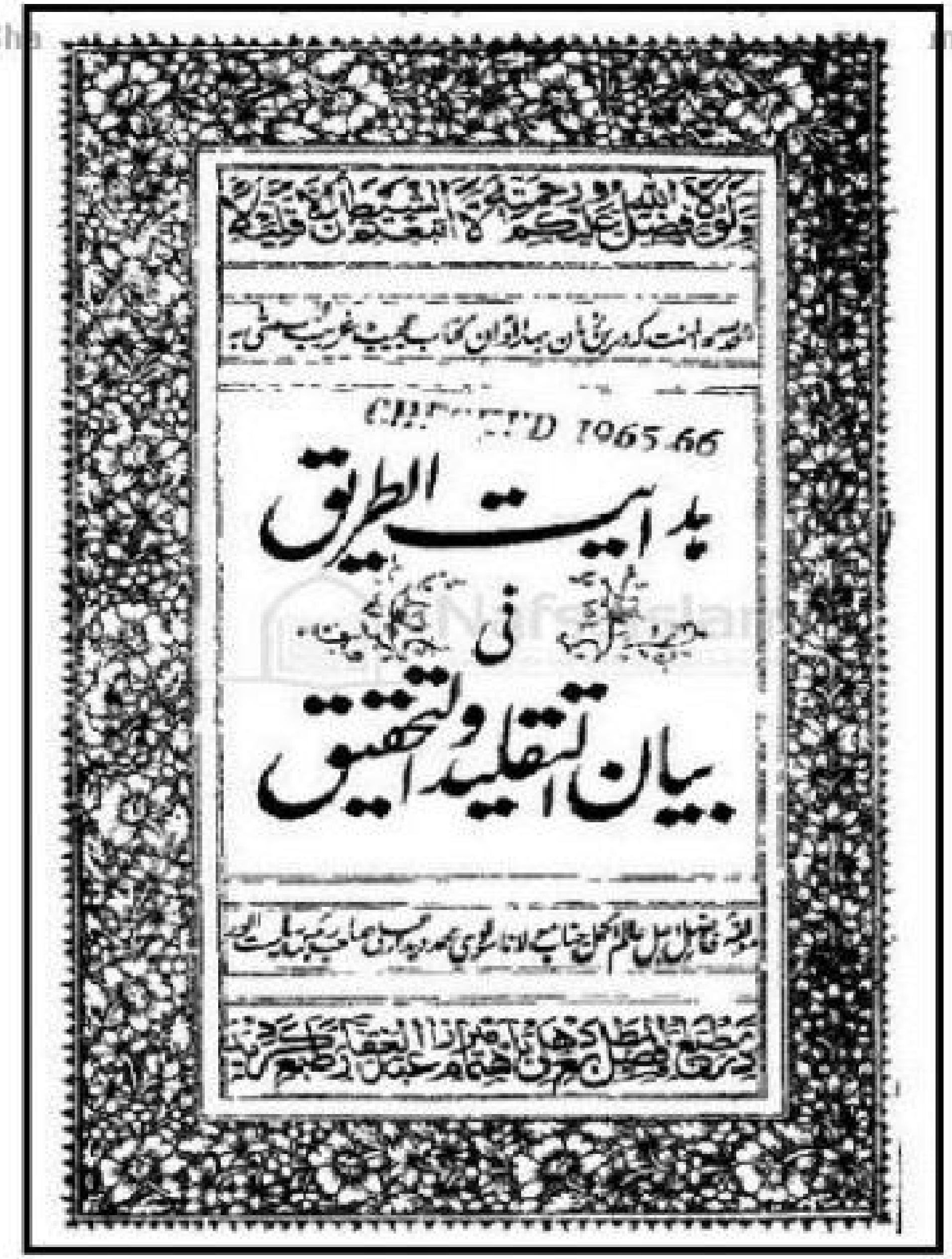
صفحہ ۱۴۵ جلد خامس اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یعقوب بن زید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ کو بعد عصر ۳۴ھ میں شہید کیے گئے اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ ۳۵ میں شہید کیے گئے۔ عامر شعبی کہتے ہیں کہ وفات رسول اللہ ﷺ سے ۲۵ سال بعد صبح کے وقت شہید کیے گئے۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ یعنی چاشت کے قریب علی ہذا بعض کہتے ہیں کہ آپ کی لاش مبارک دو روز بے گوروکفن رہی اور بعض کہتے ہیں کوڑا ڈالنے کی جگہ تین دن بے گوروکفن رہی۔

علی ہذا القیاس چونکہ یہ تاریخیں مدت بعد لکھی گئی ہیں کسی نے کچھ بیان کیا کسی نے کچھ کیا۔ بہرنہج چونکہ زیادہ معتبر قابل اعتبار یہی روایت ہے کہ بعد عصر اٹھارہ ذی الحجہ کو بروز جمعہ شہید کیے گئے اور ہفتہ کی شب کو بقیع کے حش الکوکب نامی ایک باغیچہ میں جس کو آپ نے خرید کر بقیع میں داخل کر دیا تھا اور بطریق کرامت یا غالباً حضور ﷺ کی بشارت کے موافق ہمیشہ جب آپ وہاں تشریف لاتے فرماتے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا، دفن کیے گئے۔

كما هو ظاهر من تصريحات التحفة والطبرى والاستيعاب لابن عبد البر:

اور گورستان یہود میں جس کا نام دیر سلع تھا بعض بلوائیوں نے دفن کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہاں دفن نہ کر سکے اور چند صحابہ و تابعین نے ملائکہ کے آواز اطمینان دہ سن کر فرشتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو جہاں کی نسبت آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن ہوگا وہاں ہی حش الکوکب باغیچہ بقیع میں دفن کیے گئے اور روایت کہتے کی تو روایت کہتے ہی کی ہے علی ہذا روایت دفن کی گورستان یہود میں۔ بہرنہج جو بھی کچھ ہوا موجب ترقی مراتب شہادت حضرت عثمان ؓ تھا۔ جیسے حضرت سید الشہداء جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ کی لاش مبارک پر گھوڑوں کو دوڑایا جانا اور کئی روز لاش مبارک کو بے گوروکفن رہنا موجب ترقی مراتب حضرت سید الشہداء ؓ تھا۔ ان واقعات کو بطریق تنقیص واہانت بیان کرنا موجب خوف زوال ایمان ہے۔ اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو تنقیص مراتب صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے بچائے، آمین۔ ۲۷

فتاویٰ دیداریہ، افتاء کی فہرست اپنی مثال آپ ہے۔ فتاویٰ دیداریہ میں عوام الناس کے روزمرہ کے مسائل کو بڑے احسن انداز میں حل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محدث الوری کی اس کاوش کو قبول فرمائے، آمین۔



فصل دوم

ہدایت الطریق فی بیان تقلید والتحقیق میں فقہی مسائل کا جائزہ

تعارف

اس کتاب میں محدث الوری نے با انصاف غیر مقلد کو مقلد بنانے، بے پردہ عورتوں کو پردہ کرنے کے احکام، مردوں اور عورتوں کے بالوں کی حد کو بیان کیا ہے۔

عورتوں کا بال کٹوانا

دور حاضر میں عورتوں کا سر کے بال کٹوانے کا رجحان بہت عروج پر ہے جبکہ دین اسلام نے عورتوں کو بلا عذر بال کٹوانے سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے مردوں کی مشابہت ہوتی ہے۔اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا نصوص قرآن وحدیث محدود ہیں اور انسان کی ضروریات لامحدود ہیں۔ ہر زمانے میں نت نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر پیدا ہونے والے مسئلے کی قرآن وسنت میں نص تو وارد نہ ہوگی تو اب مسئلے کو اس کے نظائر کی طرف لوٹایا جائے گا، جس نو پید مسئلے میں ہم قرآن و سنت کی طرف رجوع کریں گے تو وہ مجتہد دیکھے گا کہ اس میں وہ علت پائی جاتی ہے جو مخصوص مسئلے میں پائی گئی اور اس کا نام فقاہت ہے۔ بسا اوقات ایک مسئلے میں کئی علل موجود ہوتے ہیں اور ان کی مختلف صورتوں اور اختلاف کی وجہ سے آئمہ مجتہدین میں اختلاف ہوتا ہے۔اس کی دلیل محدث الوریؒ کا وہ فتویٰ ہے جس میں آپ نے عورتوں کو چھوٹے بال رکھنے کی ممانعت کی ہے۔

گمراہوں کی اصلاح

محدث الوریؒ کے دور میں جب بعض گمراہوں نے یہ کہا کہ عورتیں بھی مرد کی طرح کانوں کی لو تک بال رکھ سکتی ہیں کیونکہ یہ سنت ازواج مطہرات ہے [۲۸] اور ان گمراہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ ((فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا)) قَالَ: ((وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ)) [39]

"حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضائی بھائی اُن کے پاس گئے تو اُن کے رضائی بھائی نے عائشہ سے حضور اکرم ﷺ کے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے چار کلو کی مقدار پانی والا برتن منگوایا اور انہوں نے غسل کیا۔ ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ تھا۔ انہوں نے اپنے سر پر تین مرتبہ پانی انڈیلا۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج اپنے سروں کے بال کو درست فرماتی تھیں حتیٰ کہ وہ کندھوں تک ہوتے تھے۔"

اِس حدیث کے حوالے سے محدث الوری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بمقابلہ دوسری حدیث صحاح کے جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت ہے، شاذ ہے۔ اور آپ نے وفرہ کے معنی "وہ بال جو کندھے سے نیچے ہوں" بتائے۔ لہٰذا محدث الوری نے اِس حدیث کے راویوں پر جرح فرمائی اور بتایا کہ شاذ، معروف کے مقابلے میں معتبر نہیں ہوتی اور جو اُن سے عادل اور ثقہ راوی ہیں اُن سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کثر کانوں کی لو تک بال رکھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔

لہٰذا مردوں کو کانوں کی لو تک سر کے بال رکھنا سنت ہوا اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے حضور ﷺ نے کراہت فرمائی اور منع فرمایا ہے۔

مردوں کے لمبے بال رکھنے سے متعلق حدیث

حضور اکرم ﷺ نے مردوں کو لمبے اور کھلے بال رکھنے سے اِس لیے منع فرمایا کیونکہ اِس سے عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا

طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ)) فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ [40]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خریم الاسدی اچھے آدمی ہیں اگر اُن کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہبند جھکا ہوا (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب حضرت خریم کو پہنچی تو حضرت خریم نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا۔"

اللہ کی لعنت کے مرتکب افراد

جو مرد اپنی مشابہت عورتوں کی طرح کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو اپنی مشابہت مردوں کی طرح کرتی ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) [41]

"حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی، لعنت ہو اللہ کی اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں (مثلاً داڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کی شکل بنا دیں) اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔"

عورت کا خاوند کی اجازت سے بال کٹوانے کے متعلق حکم

اگر شوہر بیوی کو سر کے بال کٹوانے کا حکم دے تو بیوی کے لیے بلا عذر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو ملعون ہو گی اور جس کام میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اُس میں کسی کی تابعداری جائز نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ:

(لا یجوز للمراۃ قطع شعرھا و لو باذن الزوج، ولا یحل لھا وصل شعر غیرھا بشعرھا) [42]

"جائز نہیں ہے عورت کو اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا اگر خاوند کی اجازت سے کٹوائے۔ ایسے ہی حلال نہیں ہے عورت کو دوسری عورت یا مرد کے بالوں کو اپنے بالوں سے ملانا۔"

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے بال کانوں کی لو تک رکھیں کیونکہ اِس

سے مردوں کی مشابہت ہوتی ہے اور نہ مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے بالوں کو کندھے سے زیادہ نیچے رکھیں۔

احرام کی حالت میں بال کاٹنا

بعض مقامات پر عورتوں کا بال کٹوانا جائز ہوتا ہے اور کسی عذر کے بغیر عورتیں کٹوا سکتی ہیں۔

> "احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بال کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت نہیں مگر وہ بھی انگل دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔"[43]

عام انسان اور ازواج مطہرات

ازواج مطہرات حضور اکرم ﷺ کی پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ نے آپ کو عام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ ایسا کوئی کام نہ کرتیں جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا پھر آپ مردوں کی مشابہت کیسے اپنا سکتی ہیں جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ اور ازواج مطہرات کے ساتھ یہ گمان تو کوئی جاہل مسلمان بھی گمان نہیں کر سکتا کہ آپ مردوں کے ساتھ مشابہت کر کے (نعوذ باللہ منہا) مستحق لعنت بنتی تھیں۔

عورتوں کے بال کٹوانے سے متعلق جامعۃ العلوم الاسلامیہ کا فتویٰ

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ

سوال: عورت اپنے بال فیشن کے مطابق کٹوا سکتی ہے اگر وہ نامحرم کے سامنے بال نہ کھولے؟

جواب: گھنے اور لمبے بال عورتوں کے لیے باعث زینت ہیں۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آسمانوں میں بعض فرشتوں کی تسبیح کے الفاظ یہ ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو چوٹیوں سے۔

عورتوں کا بلاعذر سر کے بالوں کو کاٹنا اور مردوں کی مشابہت اختیار نا جائز ہے۔ ایسی عورتوں پر رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ البتہ اگر شرعی عذر ہو مثلاً علاج کی غرض سے بال کٹوانے ہوں یا بال اتنے طویل ہو جائیں کہ سرین سے بھی نیچے ہو جائیں اور عیب دار معلوم ہوں تو فقط زائد بالوں کا کاٹنا جائز ہوگا۔[44]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورتوں کا بلاعذر سر کے بال کٹوانا نا جائز ہے۔ اگرچہ اس میں خاوند کی مرضی ہی شامل کیوں نہ ہو اور ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد بالوں کی زینت ترک کر دی تھی یعنی مینڈھی چوٹی نہ کی تھی۔

حرفِ آخر

حرفِ آخر

اسلام ایک مکمل دین ہے۔جس کی اشاعت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ ور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوا آج تک جاری ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر صدی میں ایسی شخصیت کو بھیجا جس نے جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو ختم کر کے اسلام کی روشنی ہر سو پھیلائی ۔انہی میں ایک نام سید دیدار علی شاہ الوریؒ کا بھی ہے۔جنہوں نے اپنے علم وحکمت سے مسلمانان عالم کو منور کیا۔آپ کی علمی ودینی خدمات روز روشن کی طرح عیاں اور نمایاں ہیں۔آپ نے علوم القرآن،علوم الحدیث، علم فقہ،فتاویٰ اور دیگر تصانیف پیش کی ہیں۔آپ کی فقہی خدمات برصغیر میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

فتاویٰ دیداریہ استاذ المحدثین حضرت مولانا مفتی سیّد دیدار علی شاہؒ کے دیے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔یہ صرف فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ ہے۔اور اپنے دور کے ہزاروں مسائل جن کا تعلق عبادات سے لے کر معاملات تک پھیلا ہوا تھااور مسلمانوں کے لیے حل طلب تھے،کا احاطہ کرتا ہے۔اِس مجموعہ میں مختلف موضوعات مثلاً عقائد، طہارت، نماز، زکوٰۃ، طلاق،وقف، سیر،حظر واباحت اور میراث وغیرہ کے متعلق اجمالی پرمغز اور تفصیلی معلومات جواب کی صورت میں موجود ہیں۔محدث الوریؒ نے اپنے فتاویٰ میں بالکل وہی اسلوب اپنایا جسے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ میں اپنایا۔اِن شرعی معلومات سے نہ صرف علماء وخواص بلکہ عام عوام بھی یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔

فتاویٰ دیداریہ اکثر کتب فتاویٰ سے کئی جہتوں میں ممتاز ہے ۔اِس کی چند خوبیاں درج ذیل ہیں۔

محدث الوری اپنے فتاویٰ میں سائل کا شرعی حکم بیان کرتے وقت کثرت سے معتبر کتب

کے حوالے دیتے ہیں۔اس بنا پر وہ فتویٰ جہاں عام افراد کو شرعی معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے وہیں علمائے کرام کے لیے بھی معلومات کا بیش بہا علمی خزانہ ثابت ہوتا ہے۔آپ نے فتاوٰجات کے جواب دیتے وقت صرف ہاں یا نہ سے کام نہیں لیا بلکہ متعلقہ اُمور پر بھی انتہائی مفید بحث فرمائی جس سے اُس کے متعلقہ نکات خوب نکھر کر واضح ہوتے ہیں اور ایک جواب سے ذہن میں کئی اور ابھرنے والے سوالات کا حل مل جاتا ہے۔

بعض مقامات پر آپ نے شرعی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے دیگر آئمہ کے متعدد اقوال بھی نقل فرمائے اور آخر میں مفتی بہ قول کو بھی ذکر فرمایا۔فتاوٰی دیداریہ میں کئی مقامات پر فقہی قواعد کو بیان فرما کر آپ نے مسائل کا استخراج کیا۔اور متعدد نادرست فتاوٰی کی زبردست دلائل کے ساتھ اصلاح فرمائی۔آپ نے دوسرے مفتیان کرام کے کئی مجمل فتاوٰی کی وضاحت فرما کر اُس کے اجمال کو دور کیا اور مفتی صاحب کی نقل کردہ مجمل عبارت سے اخذ کیے گئے غلط نتائج کی درستگی بھی فرمائی۔

فتاوٰی دیداریہ کے اکثر فتاوٰی طویل ہیں۔محدث الوری قرآن مجید آیات مبارکہ، احادیث طیبہ،اقوال آئمہ، کتب فقہاء،اور شروح محدثین کے کثیر در کثیر حوالہ جات اپنے موقف کو مستحق کے لیے واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔آپ بعض اوقات آئمہ کرام اور فقہائے عظام کے اختلاف کو بڑی شرح وبسط سے بیان کرتے ہیں اور اُن اختلافات کی روشنی میں جواب فتویٰ کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔اِن فتاوٰی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے اندر اُن عصری مسائل کا جواب اور حل بھی موجود ہے جو آج بھی ہمارے معاشرے میں اکثر وبیشتر پیش آتے رہتے ہیں۔

محدث الوری کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اُسے آپ ہرگز نظر انداز نہیں ہونے دیتے اور ضمنی مسائل پر بھی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں۔بسا اوقات اُصولی اور تفصیلی بحثیں بھی سامنے آجاتی ہیں تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ ایک عظیم مفسر اور ماہر اُصول فقہ ہیں۔آپ کے تحقیقی فتاوٰی میں احادیث کریمہ سے استدلال اِس وسیع پیمانے پر ملتا ہے کویا تمام احادیث شریفہ آپ کے پیش نظر ہیں۔بسا اوقات ایک ہی فتوے میں متعدد حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔حدیث کے راویوں،حدیث کی صحت،ضعف اور متن وسند حدیث کی روایات پر حسب موقع بحث بھی فرماتے ہیں۔

مسائل فقہیہ کے استخراج اور استنباط وتائید میں ضمناً متعدد علوم سے استدلال فرماتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لغت،نحو،صرف،منطق،فلسفہ،حساب اور ہیئت وغیرہ جیسے علوم میں آپ کو کامل دسترس حاصل ہے۔آپ کے یہاں دلائل کی بہتات دیکھنے کے بعد مذہب حنفی کی قوت بخوبی واضح ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی اِس اعتراض کی حیثیت بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ علمائے حنفیہ زیادہ تر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔آپ کے فتاوٰی میں ضبط وضبط اور جامعیت پہلو موجود ہے۔

درحقیقت فتاوٰی دیداریہ سیّد دیدار علی شاہؒ کی فقہی خدمات کا شاہد اور آپ کے فقہ میں تبحر علمی کا بہترین شاہکار ہے۔یہ سیّد دیدار علی شاہؒ کی ذہانت وفطانت،فقہی تبحر علمی اور فقیہانہ بالغ نظری کا آئینہ دار ہے۔فتاوٰی دیداریہ کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قانون کے ماہرین نے بھی اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

محدث الوری نے اردو زبان میں فقہی رہنمائی اور قوانین اسلامی کا معرکہ آراء خزینہ "فتاوٰی دیداریہ" لکھ کر عظیم احسان فرمایا۔آج ہر درس گاہ اور دارالافتاء میں اِس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔برصغیر میں فقہی سرمائے میں فتاوٰی دیداریہ کو نمایاں وممتاز مقام حاصل ہے۔جو قوانین اسلامی کا منبع اور مسائلِ حنفی کا خزینہ ہے۔جس کے چشمہ صافی سے اکتساب کرنے والے تشنگانِ علومِ اسلامیہ ہیں۔

مولانا سیّد دیدار علی شاہؒ عظیم محدث وفقیہ تھے۔وقتِ نظر،ذکاوت طبع،کثرت مطالعہ اور ذوقِ تحقیق کے اوصاف وکمالات نے آپ کو جامع شخصیت بنا دیا تھا۔علمِ حدیث میں تبحر علمی کی وجہ سے امامت کا درجہ رکھتے تھے۔آپ کے فتاوٰی دیداریہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے۔دینی علوم خصوصاً فقہ وحدیث پر اُن کی نظر وسیع وگہری تھی۔اُنہوں نے جس وقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء وسائلین کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے اُس سے اُن کی جامعیت،علمی بصیرت،ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔اُن کے عالمانہ،محققانہ فتاوٰی مخالف وموافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔

محدث الوری فاضل بریلوی کے علم وفضل سے اتنے متاثر تھے کہ بعض مشکل مسائل میں اُنہوں نے محدث بریلوی سے رجوع کیا۔آپ کی علمی ودینی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں اور نمایاں ہیں۔آپ نے علوم القرآن،علوم الحدیث،علم فقہ،فتاوٰی اور دیگر تصانیف پیش کی ہیں۔آپ

کی فقہی خدمات برصغیر میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔آپ نے عوام الناس کے مسائل کو مضبوط دلائل کے ساتھ حل فرمایا۔آپ نے علم کے جو ذرائع ڈھونڈے وہ قرآن وسنت تھے۔آپ نے اپنے کلام میں مختلف آیات ،احادیث اور اقوال کو بیان کیا۔آپ تمام عمر حقیقی ربّ کریم کی بندگی اور اُس کے پیارے حبیب ﷺ عشق میں مبتلا رہے اور لوگوں کو بھی اسی کی طرف آنے کے دعوت دیتے رہے۔

اِس مقالے میں ہم نے آپ کی علمی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آپ کی فقہی خدمات کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ آپ کی فقہی خدمات سے استفادہ حاصل کرسکیں۔اور یہ معلوم ہو سکے کہ محدث الوریؒ نے کس طرح اپنے دور کی مخصوص فضاء سے متاثر ہو کر ہر شعبۂ زندگی بالخصوص فقہی میدان میں انقلابی خدمات پیش کیں۔

❀❀❀

حواشی وحوالہ جات

۱ محدث الوری،سید محمد دیدار علی شاہ،فتاویٰ دیداریہ،مکتبہ اعصر کریانہ جی ٹی روڈ،گجرات،۱۴۲۸ھ جلد:اول،ص ۹

۲ ایضاً،ص ۳

۳ ایضاً،ص ۲۸

۴ ایضاً،ص ۱۱

۵ ایضاً،ص ۳۰

۶ ایضاً،ص ۵۴-۱

۷ ایضاً،ص ۶۰

۸ ایضاً،ص ۶۵

۹ ایضاً،ص ۷۹

۱۰ ایضاً،ص ۸۷

۱۱ ایضاً،ص ۲۳۲

۱۲ ایضاً،ص ۲۷۲

۱۳ ایضاً،ص ۲۷۷

۱۴ ایضاً،ص ۲۸۳

۱۵ ایضاً،ص ۲۹۱

۱۶ ایضاً،ص ۳۰۶

۱۷ ایضاً،ص ۳۲۶

۱۸ ایضاً،ص ۳۲۹

۱۹ ایضاً،ص ۳۳۱

۲۰ ایضاً،ص ۱۵۸

۲۱ ایضاً،ص ۳۳۹

۲۲۔ ایضاً،ص۴۹۷
۲۳۔ ایضاً،ص۵۳۱
۲۴۔ ایضاً،ص۵۴۳
۲۵۔ ایضاً،ص۵۴۹
۲۶۔ ایضاً،ص۵۵۳
۲۷۔ ایضاً،ص۵۶۳
۲۸۔ ایضاً،ص۵۷۱
۲۹۔ ایضاً،ص۵۸۲
۳۰۔ ایضاً،ص۶۰۴
۳۱۔ ایضاً،ص۶۱۳
۳۲۔ ایضاً،ص۶۲۳
۳۳۔ الاحزاب۳۳_۳۴
۳۴۔ فتاویٰ دیداریہ،ص ۶۵۰
۳۵۔ ایضاً،ص۶۶۸
۳۶۔ ایضاً،ص۶۷۲
۳۷۔ ایضاً،ص۸۶۰
۳۸۔ ہدایت طریق فی بیان تقلید، شعبہ تحقیق تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ، لاہور
ص۱۳۵
۳۹۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ، پبلشر دارالسلام
اپریل۲۰۰۰ء
۴۰۔ امام ابی داؤد، سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، پبلشر دارالسلام
اپریل۱۹۹۹ء
۴۱۔ امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال، پبلشر دارالسلام
مارچ۱۹۹۹ء

۴۲۔ زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، کتاب نکاح، ص ۱۶۸، پبلشر المکتبہ العربیہ ۱۹۸۰ء
۴۳۔ ہدایت طریق فی بیان تقلید و تحقیق، ص ۱۵۰
۴۴۔ دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ، فتویٰ نمبر ۱۴۳۹۰۴۲۰۰۰۰۰، محمد یوسف بنوری ٹاؤن

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم
- ابن الوی، علامہ، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور
- ابن فرحون مالکی، الدیباج المذہب، دار الکتب، بیروت
- ابن منظور، لسان العرب، دار لسان العرب، بیروت، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، دار الصفوہ، مصر
- اختر علی، رائے اختر، لغات، حیدر آباد دکن
- اختر محمد جاوید، ڈاکٹر، سید ابو الاعلیٰ مودودی بحیثیت نثر نگار
- احمد رضوی، سید محمود، اسلامی تقریبات، رضوان کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور
- احمد رضوی، سید محمود، سیدی ابو البرکات، شعبہ تبلیغ دار العلوم حزب الاحناف، لاہور، ۱۹۷۹ء
- احمد، ڈاکٹر مسعود، حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء
- افکار احمد عالم، تحریک اسلام کے عظیم قائدین، المیزان پبلشرز، فیصل آباد
- افکار احمد، پروفیسر، سید ابو الاعلیٰ مودودی، المیزان پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۰۱ء
- امام ابی داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، پبلشرز دار السلام، اپریل ۱۹۹۹ء
- امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب اللباس، پبلشرز دار السلام، مارچ ۱۹۹۹ء
- امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، پبلشرز دار السلام، اپریل ۲۰۰۰ء
- امین الحسنات، سید محمد خلیل احمد القادری، دیدار علی شاہ کی سوانح حیات، شعبہ تبلیغ جامعہ حسنات العلوم

  نزد مسجد وزیر خاں، لاہور
- ایم اے ابو طارق، مولانا مودودی کے انٹرویو
- بدخشانی، بیگ حضول، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ثروت صولت، مولانا مودودی کی تقاریر
- ڈاکٹر حسن رضا، فقیہ اسلام، ادارۂ تحقیقات احمد رضا، کراچی، ۲۰۰۵ء
- ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلامی فقہ کے اصول و مبادی، دار الفکر، رحمٰن مارکیٹ، اُردو بازار

لاہور، ۲۰۰۸ء

- ڈاکٹر طہٰ جابر فیاض العلوانی، اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب، الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ
- ڈاکٹر مجید اللہ قادری، امام احمد رضا اور علمائے لاہور، پروگریسو بکس، لاہور
- ڈاکٹر محمد مسعود، حیات مولانا احمد رضا، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء
- زیدان، عبد الکریم، مطالعہ فقہ اسلامی، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، کتاب نکاح، پبلشر المکتبہ المفرحیہ
- سعیدی، سردار محمد اکرام بٹر، زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے، ادارہ نوید سحر، لاہور، اگست ۲۰۱۶ء
- سید احمد دہلوی، مولوی، فرہنگ آصفیہ، کاروان پریس، لاہور، ۱۹۸۷ء
- سید نثار اشرف رضوی، سوانح حیات خاندان رضویہ برکاتیہ، جامع مسجد دیدار علی مدرسہ حزب الاحناف، لاہور
- شرف قادری، علامہ، عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت، نوری کتب خانہ، لاہور
- شرف قادری، علامہ، عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت، اویسی بک سٹال پبلشرز، گوجرانوالہ
- شرف قادری، مولانا عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ۱۹۸۳ء
- صحیح، صحیح ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ابن ماجہ، ۲۲۴
- صدیقی، ڈاکٹر، رفیع الدین احمد، وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء، ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ، آزاد کشمیر
- ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ فیروز شاہ سٹریٹ آرام باغ کراچی، ۱۹۵۵ء
- عبد السلام، اُردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور
- عمران ایوب لاہوری، فقہ الحدیث، نعمانی کتب خانہ
- غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات فقہ، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور
- فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۹۷۵ء

- قصوری، محمد صادق، پروفیسر مجید اللہ قادری، تذکرہ خلفائے اعلیٰحضرت، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
- کلیم محمد دین، لاہور میں اولیائے نقشبندیہ کی سرگرمیاں، مکتبہ تاریخ، لاہور
- گردیزی، صاحبزادہ سید شاہد حسین، عاشق رسول حضرت غازی علم دین شہید، دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور
- گیلانی، اسعد، سید مودودی بچپن، جوانی، بڑھاپا، احباب پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۸ء
- لاہوری، غلام سرور، اُردو لغت علمی کتب خانہ فروری ۱۹۷۹ء
- ماہنامہ قاری، دہلی، اپریل ۱۹۸۹ء
- مجلس آئی ٹی، دعوت اسلامی، حالات زندگی سید محمد دیدار علی شاہ
- محدث الوری، سید محمد دیدار علی شاہ، رحمت غفار، مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور
- محمد عظیم، حدیث میں سید مودودی کی خدمات، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
- محمد ابو زہرہ، آثار امام شافعی، غلام علی اینڈ سنز پبلشرز
- محمد ابو زہرہ، امام مالک، شیخ علی اینڈ سنز پبلشرز
- محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ
- محمد عبدالحی لکھنوی، الفوائد البہیہ طبقات الحنفیہ، مکتبہ خیر کثیر، کراچی، ۱۳۰۴ھ
- محمد مسعود احمد، احمد رضا اور عالم اسلام، ادارہ مسعودیہ کراچی، ۲۰۰۰ء
- محمد مصطفیٰ رضا خان، ملفوظات اعلیٰحضرت، مطبوعہ مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۹ء
- محمد کرم احمد نقشبندی، فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۹۰ء
- مسعودی، صوفی محمد عبد الستار طاہر، لاہور کے اولیا نقشبندیہ مجددیہ، شبیر برادرز، اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۱ء
- معارف رضا، فتاویٰ رضویہ کا فقہی، علامہ شمس بریلوی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، نومبر ۲۰۱۰ء
- مفتی محمد اکرام، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور
- مولانا حامد الرحمٰن قاسمی، امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، مکتبہ خلیل اُردو بازار لاہور

- مولانا میاں خالد انصاری بھوپالی، سیرت امام شافعی، نشر انجمن مسلمانان بنگاؤں
- میرٹھی زین العابدین، سجاد، قاضی، بیان اللسان، ادارہ علمیہ، قاضی میرٹھ
- ندوی، مولانا، عبدالسلام، تاریخ فقہ اسلامی، اسلامی اکادمی، اُردو بازار، لاہور
- ہدایت طریق فی بیان تقلید و تحقیق، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ، لاہور

❀❀❀

ذخیرہ کتب

محمد احمد ترازی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا

اہلسنت کے نام عظیم پیغام

١ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، علوم وفنون کی باقاعدہ تعلیمی سہولیات میسر ہوں۔

٢ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

٣ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کوشش کریں۔

٤ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے، یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین پھر تصنیف ومناظرہ میں بھی توزیع (تقسیم) ہو کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

٥ ان میں جو افراد تیار ہو جائیں انھیں تنخواہیں دے کر ملک بھر میں پھیلایا جائے کہ تحریراً وتقریراً اور وعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔

٦ مذہب کی ترویج واشاعت اور بدمذہبوں کے رد کے لیے مصنفوں کو نذرانے دے کر مفید کتب ورسائل تصنیف کرائے جائیں۔

٧ تصنیف شدہ کتب ورسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں۔

٨ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ بدمذہبوں کی سرکوبی کے لیے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

٩ جو ہم میں باصلاحیت افراد موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

١٠ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں قیمتاً اور بلاقیمتاً روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔